REGISTERED WITH REGISTERAR OF NEWSPAPER FOR INDIA AT NO R.N. 61/57.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

POSTAL REGISTRATIOIN NOP/GDP-23

جلد ۴۴ — شمارہ ۳۳

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ

ہفت روزہ بدر قادیان

شرحِ چندہ: سالانہ ۱۰۰ روپے۔ بیرونی ممالک بذریعہ ہوائی ڈاک ۲۰ پاؤنڈ یا ۴۰ ڈالر امریکن۔ بذریعہ بحری ڈاک دس پاؤنڈ یا ۱۵ ڈالر امریکن

ایڈیٹر: منیر احمد خادم

نائب ایڈیٹر: قریشی محمد فضل اللہ، محمد نسیم خان

اشاعت روزنامہ الفضل قادیان ۱۹۱۳ء

THE WEEKLY BADR QADIAN/143516

۱۹ ربیع الاول ۱۴۱۶ ہجری — ۱۷ ظہور ۱۳۷۴ ہش — ۱۷ اگست ۱۹۹۵ء

اخبار احمدیہ

لندن ۱۶ اگست (ایم۔ٹی۔اے) سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے بخیر وعافیت ہیں۔

احباب جماعت اپنے جان ودل سے پیارے آقا کی صحت وسلامتی درازیٔ عمر مقاصد عالیہ میں معجزانہ کامیابیوں اور خصوصی حفاظت کے لئے دردِ دل سے دُعا جاری رکھیں

اَللّٰهُمَّ اَیِّدْ اِمَامَنَا بِرُوْحِ الْقُدُسِ وَمَتِّعْنَا بِطُوْلِ حَیَاتِهٖ وَبَارِکْ فِیْ عُمُرِهٖ وَاَمْرِهٖ

ہر نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ممنونِ احسان ہے

تبرکات سیدنا حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود ومہدی معہود علیہ السلام

اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آئے نہ ہوتے اور قرآن شریف جس کی تاثیریں ہمارے آئمہ اور اکابر قدیم سے دیکھتے آئے اور آج ہم دیکھ رہے ہیں۔ نازل نہ ہوا ہوتا۔ تو ہمارے لئے یہ امر بڑا ہی مشکل ہوتا کہ جو ہم فقط بائیبل کے دیکھنے سے یقینی طور پر شناخت کر سکتے کہ حضرت موسیٰ اور حضرت مسیح اور دوسرے گذشتہ نبی فی الحقیقت اسی پاک اور مقدس جماعت میں سے ہیں جن کو خدا نے اپنے لطف خاص سے اپنی رسالت کیلئے چن لیا ہے۔ یہ ہم کو فرقان مجید کا احسان ماننا چاہیئے جس نے اپنی روشنی ہر زمانہ میں آپ دکھلائی۔ اور پھر اس کامل روشنی سے گذشتہ نبیوں کی صداقتیں بھی ہم پر ظاہر کردیں اور یہ احسان نہ فقط ہم پر بلکہ آدم سے لے کر مسیح تک ان تمام نبیوں پر ہے کہ جو قرآن شریف سے پہلے گذر چکے اور ہر یک رسول اس عالی جناب کا ممنون منت ہے جس کو خدا نے وہ کامل اور مقدس کتاب عنایت کی جس کی کامل تاثیروں کی برکت سے سب صداقتیں ہمیشہ کے لئے زندہ ہیں جن سے ان نبیوں کی نبوت پر یقین کرنے سے ایک راستہ کھلتا ہے۔ اور ان کی نبوتیں شکوک اور شبہات سے محفوظ رہتی ہیں۔

(براہین احمدیہ حصہ سوم صفحہ ۲۶۱ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱)

سال ۹۵-۹۴ میں جماعت احمدیہ کے لازمی چندوں کی وصولی ستر کروڑ اٹھاون لاکھ اٹھائیس ہزار ہو چکی ہے

☆ دنیا بھر میں جماعت احمدیہ جرمنی پہلے، پاکستان دوسرا اور امریکہ تیسرے نمبر پر ہے جبکہ ہندوستان ساتویں نمبر پر ہے ☆ جاپان فی کس مالی قربانی میں اوّل ہے۔ مالی قربانی کا جماعت کو جو اعزاز بخشا گیا ہے اس کی نظیر کل عالم میں نہیں ملتی یہ پہلو تمام دنیا کے لئے چیلنج ہے

خلاصہ خطبہ جمعہ سیدنا حضرت اقدس امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ ۱۱ اگست ۱۹۹۵ء بمقام مسجد فضل لندن

لندن ۱۱ اگست (ایم۔ٹی۔اے) سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مسجد فضل لندن سے خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے ہوئے مسلم ٹیلیویژن احمدیہ کے ذریعہ کل عالم کے احمدیوں کو خوشخبری سنائی کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے سال ۹۵-۹۴ء میں جماعت احمدیہ عالمگیر کا لازمی چندہ ستر کروڑ اٹھاون لاکھ اٹھائیس ہزار سے زائد ہو چکا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ اگر نو مبائعین اور نئے کمانے والوں کو محنت کے ساتھ لازمی چندہ کے بجٹ میں شامل کرنے کی کوشش کی جائے تو وہ دن دُور نہیں جبکہ جماعت کے لازمی چندوں کا بجٹ ایک ارب سے تجاوز کر جائے گا انشاء اللہ

حضور نے تمام دنیا کی احمدیہ جماعتوں کا موازنہ کرتے ہوئے فرمایا کہ مالی قربانی کے لحاظ سے جماعت احمدیہ جرمنی اول نمبر پر ہے جبکہ پاکستان دوسرے نمبر پر اور امریکہ تیسرے نمبر پر ہے اسی طرح علی الترتیب برطانیہ۔ کینیڈا۔ انڈونیشیا۔ ہندوستان۔ ماریشس، جاپان اور ناروے کا نمبر آتا ہے۔ حضور نے دنیا فی کس مالی قربانی کے لحاظ سے جاپان اول نمبر پر ہے اس طرح تدریجی ترقی کے اعتبار سے بیلجیم۔ فرانس۔ سنگاپور۔ تھائی لینڈ گوئٹے مالا۔ سیرالیون اور سورینام کا نمبر آتا ہے۔

حضور انور نے خطبہ جمعہ کے شروع میں سورۃ البقرہ کی آیات نمبر ۲۷۳ تا ۲۷۵ کی تلاوت فرمائی اور ان کا ترجمہ اور ایمان افروز تفسیر بیان کی حضور نے فرمایا مالی قربانی کا جماعت کو جو اعزاز بخشا گیا ہے اس کی کوئی نظیر کل عالم میں نہیں ملتی یہ پہلو تمام دنیا کے لئے چیلنج ہے۔ مالی قربانی ایمان کا پیمانہ ہے اور تمام دنیا میں جو جماعتی ایمان ترقی کر رہا ہے اسی کا فیض ہے کہ جماعت مالی قربانی میں ترقی کر رہی ہے (باقی صفحہ ۱۲ پر)

(باقی صفحہ ۱۲ پر)

منیر احمد حافظ آبادی ایم۔اے۔ پرنٹر و پبلشر نے فضل عمر پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائیٹر۔ نگران بورڈ بدر قادیان

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ
ہفت روزہ بدر قادیان
مورخہ ۱۷ ظہور ۱۳۷۴ ہش

صبر آزما سفر

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جماعت احمدیہ اب اس دور میں داخل ہو چکی جس میں اس کے قبول کرنے والوں کی تعداد ہر سال ہزاروں سے نکل کر لاکھوں میں داخل ہو چکی ہے۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ اور ہر سال ہی جلسہ سالانہ لندن کے موقع پر وہ نظارہ آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے جس کا تذکرہ قرآن مجید نے نہایت شان کے ساتھ سورۃ النصر میں فرمایا ہے۔

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۝ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِیْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۝ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۚ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۝ (النصر)

ترجمہ۔ جب اللہ کی مدد اور فتح آئے گی تو تو لوگوں کو دیکھے گا کہ اللہ کے دین میں لوگ فوج در فوج داخل ہو رہے ہیں۔ اس وقت تو اپنے رب کی تعریف کے ساتھ اس کی پاکیزگی بیان کرنے میں مشغول ہو جانا اسی طرح (اس ضمن میں جو ذمہ داریاں تھیں ان کی کوتاہیوں پر) خدا سے بخشش طلب کرنا اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔

دنیا کی ہر وہ آنکھ جس نے جلسہ سالانہ لندن کے موقع پر عالمی بیعت کا نظارہ کیا ہوگا مذکورہ آیات ربانی کی صداقت کی گواہ ہے کہ کس طرح کالے گورے اور مشرقی و مغربی کلمہ شہادت پڑھ پڑھ کر اللہ کے دین میں شامل ہو رہے تھے اور اس سال یہ تعداد محض اور محض اللہ کے فضل و کرم سے گزشتہ سال کے مقابلہ میں دگنی سے زائد یعنی آٹھ لاکھ پینتالیس ہزار دو صد چورانوے تھی۔ اور ہمارے پیارے امام سیدنا حضرت اقدس امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر سال اس تعداد کو دگنی میں تبدیل کرتا جائے اور ہمیں اپنے مولا سے کامل امید ہے کہ جس طرح اس نے امیر المومنین کی دعاؤں کو اس سال شرف قبولیت عطا کرتے ہوئے بیعت کنندگان کی تعداد کو دگنا سے زیادہ کیا انشاء اللہ آئندہ سال ۹۶ء میں دنیا کی آنکھ آٹھ لاکھ کو سولہ لاکھ میں تبدیل ہوتے ہوئے ضرور دیکھے گی۔ حضور انور کو خدا کی طرف سے ایسی ایسی بشارتیں مل رہی ہیں جو اسلام و احمدیت کی صداقت کے روشن دلائل ہیں۔ چند سال قبل حضور نے ایک رؤیا دیکھی جس کی تعبیر حضور نے فرمائی کہ آئندہ اللہ تعالیٰ فرانسیسی بولنے والے علاقوں میں احمدیت کو ترقی عطا فرمائے گا۔ چنانچہ اس سال جلسہ لندن کے موقع پر دنیا نے اس خواب کی تعبیر کو سورج کی طرح روشن دیکھا کہ کس طرح اللہ تعالیٰ کے فضل سے تمام بیعت کرنے والوں کا نصف فرانسیسی بولنے والے ممالک کے افراد تھے۔

ہر سال بیعت کرنے والوں کی تعداد میں ہوتے والا یہ غیر معمولی اضافہ جہاں مومنین کی جماعت کے لئے سامان خوشی و مسرت ہے وہاں ہماری ذمہ داریوں میں بھی دن بدن اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے ہم لوگ جو اس الٰہی سلسلہ میں پہلے سے شامل ہیں ہم سب کا فرض ہے کہ آنے والے نئے مہمانوں کے لئے احمدیت کے اس روحانی گھر کو ہر لحاظ سے صاف اور خوشگوار بنائیں تاکہ آنے والے ہماری نیک تربیت سے متاثر ہو کر خود بھی احمدیت کی ان روحانی روایات میں رچ بس جائیں۔ جو کہ ہمیں سیدنا حضرت اقدس مسیح پاک علیہ السلام یا آپ کے صحابہ اور تابعین سے ورثے میں ملی ہیں۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے گزشتہ سال کے خطبہ جمعہ میں جو کہ حضور نے جلسہ سالانہ لندن ۹۴ء کے معاً بعد ارشاد فرمایا تھا تمام دنیا میں نومبائعین کے تربیتی مراکز قائم کرنے اور بیعتوں کے بعد تمام سال ان مراکز کی سرگرمیاں جاری رکھنے کا ارشاد فرمایا تھا۔

علاوہ اس کے ایک خاص بات اس ضمن میں یاد رکھنے کی یہ ہے کہ جب بھی الٰہی سلسلے ترقی کی راہ پر گامزن ہوتے ہیں۔ اور جس قدر تیزی سے وہ ترقی کرتے ہیں اس قدر تیزی سے شیطانی طاقتیں بھی اسے دبانے کے لئے سامنے آجاتی ہیں۔ انبیاء کی تاریخ سے یہی بات ثابت ہے۔ اور چونکہ ہم مثیل مسیح کی جماعت ہیں اسی لئے ان تکالیف کا آنا بھی لازم ہے۔ جو کہ حضرت مسیح اور ان کی جماعت کے ابتدائی افراد کو دیکھنی پڑیں وہ الگ بات کہ اللہ اپنے فضل سے اگر چاہے تو مسیح محمدی کی جماعت میں ہونے کے طفیل بعض تکالیف کو اپنے ناچیز بندوں پر کم کر دے۔ سیدنا حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ڈاکٹر مارٹن کلارک کے مقدمہ قتل کے موقع پر جبکہ مولوی اور پادری اکٹھے ہو کر زور مار رہے تھے کہ کسی طرح حضور علیہ السلام کو پھانسی ہو جائے فرمایا تھا ؎

پر مسیحا بن کے میں بھی دیکھتا روئے صلیب
گر نہ ہوتا نام احمد جس پہ میرا سب مدار

یعنی میں چونکہ مسیحا کا مثیل ہوں مجھے بھی مسیحا کی طرح ان مولویوں اور پادریوں کی مخالفت پر صلیب کا منہ دیکھنا چاہیئے تھا لیکن چونکہ میرا نام اپنے آقا حضرت احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جڑا ہے جس کا میں غلام ہوں اس لئے صلیب پر چڑھنے سے بچ گیا۔ بلاشک حقیقت یہی ہے کہ چونکہ ہم مثیل مسیح کی جماعت ہیں اس لئے جس طرح حضرت مسیح اور آپ کی جماعت کو یہودیوں سے سخت تکالیف اور دکھ پہنچے ہمیں بھی پہنچ سکتے ہیں لیکن اگر ان تکالیف میں کچھ کمی رہی اور امید ہے کہ آئندہ بھی رہے گی تو یہ صرف اور صرف حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کی برکت کے نتیجہ میں ہے پس ترقیوں کے اس دور کے نتیجہ میں ضروری ہے کہ شیطان اپنا پھن اٹھائے۔ ہماری راہوں میں رکاوٹ بن کر کھڑا ہو جائے بلکہ اگر بس چلے توڑنے کی کوشش بھی کرے۔ اس کے لئے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے ۴ راگست ۱۹۹۵ء کے خطبہ جمعہ میں ہمیں یہی نصیحت فرمائی ہے کہ شیطان کے تمام ہتھیاروں کا مقابلہ صبر اور دعا کے ہتھیاروں سے کیا جائے یہ دو ہتھیار ایسے ہیں کہ نہ صرف شیطان کے متکبر سر کو کچلنے کے لئے کافی ہیں بلکہ ہمیشہ ہمیش کے لئے اسے ملیا میٹ و نابود کر دیں گے۔

(باقی صفحہ ۱۱ پر)

ارشاد نبوی
بجلوا المشائخ
(بزرگوں کی تعظیم کرو)
منجانب
یکے از اراکین جماعت احمدیہ بمبئی

طالبان دعا
آٹو ٹریڈرز
AUTO TRADERS
۱۶ بیسٹولین کلکتہ ۷۰۰۰۰۱

یابی پولیمرز
YUBA
QUALITY FOOT WEAR
کلکتہ ۷۳
ٹیلیفون نمبرز
43-4028-5137-5206

خُطبہ جُمعہ

صفات باری تعالیٰ پر غور کرنا اور کرتے رہنا ہمارے لئے انتہا ضروری ہے

اور اس غور کے نتیجے میں درحقیقت ہم اپنی جنت بنا رہے ہونگے

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بتاریخ ۱۲ ہجرت/مئی ۱۳۷۴ ہش / ۱۹۹۵ء بمقام مسجد فضل لندن

خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ بدر الفضل انٹرنیشنل کے شکریہ کے ساتھ شائع کر رہا ہے۔

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور نے درج ذیل آیت قرآن تلاوت فرمائی۔

هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ۝ (الحشر: ۲۳)

صفات باری تعالےٰ کا جو مضمون شروع ہے یہ بعض پہلوؤں سے آسان ہے۔ بعض پہلوؤں سے مشکل اور جو مشکل پہلو ہیں ان کی دراصل انتہا کوئی نہیں وہ لامتناہی سلسلہ ہے۔ مثلاً صفت ربوبیت کو لیں ہر چیز جو کائنات میں کسی نہ کسی ذریعے سے زندہ رہ رہی ہے وہ اول طور پر صفت ربوبیت کا مظہر بھی ہے اور اس کی واقف بھی ہے۔ ادنیٰ سے ادنیٰ کیڑا، زندگی کی ادنیٰ قسم کو لے لیجئے اس کا رب سے واسطہ ہے لیکن وہ چیز اس واسطے سے جو رب کو سمجھ رہی ہے رب وہاں ختم تو نہیں ہو جاتا۔ رب تو اس پہلو سے شروع ہوتا ہے بلکہ اس سے آگے بھی شروع ہے اور اس کو یہ بھی نہیں پتہ کہ مجھ سے ادنیٰ کون سی حالتیں ہیں جو ربوبیت کی محتاج ہیں اور پھر جوں جوں آگے ترقی ہوتی چلی جاتی ہے ربوبیت زیادہ شان کے ساتھ جلوہ گر ہوتی ہے۔ مادی دنیا میں بھی ربوبیت کا یہی منظر ہے روحانی دنیا میں بھی یہی منظر ہے اور وہ خدا جو حضرت محمد رسول اللہ پر ربوبیت سے جلوہ گر ہوا جس نے یہ فرمایا "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ" تمام تر تعریف کو ربوبیت کے ساتھ اکٹھا کر دیا اور تمام جہانوں کا رب قرار دے کر تمام تعریف کو اکٹھا کیا۔

اس پہلو سے صرف الحمد کے ربوبیت کے تعلق کو ہی آپ دیکھیں تو ایک لامتناہی مضمون ہے جو سلسلہ ختم ہی ہونے میں نہیں آئے گا۔ اس لحاظ سے آسان بھی ہے اور مشکل بھی ہے اور جب میں دقت کی کے خیال سے تیز گزرنے کی کوشش کرتا ہوں تو لوگوں کی طرف سے اچھے بھلے علماء کی طرف سے بھی یہ خط ملتے ہیں کہ آپ کا مضمون کچھ تو دماغ میں سے گزرا کچھ سر کے اوپر سے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ ہم CONCENTRATE نہیں کر سکے اپنے آپ کو پوری طرح۔ یعنی غور کرتے کرتے کسی پہلو میں اٹکے ہیں تو دوسرا پہلو گزر گیا۔ اس لئے آہستہ بیان کریں۔ اب اگر آہستہ بیان کیا جائے تو پھر یہ ساری عمر ایک ہی سلسلہ جاری رہے گا۔ اور ضرورت کی باتیں جو وقتاً فوقتاً پیش آتی ہیں ان سے کلیتہً صرف نظر کرنا ہوگا۔ اس لئے کوشش میں کر رہا ہوں ذہنی طور پر کوئی ایسی ترتیب دے لوں کہ کچھ نمونے آپ کے سامنے رکھ دوں اور باقی انہی نمونوں پر غور کر کے آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہوئے علم چاہیں اور خود ہی یہ سفر طے کرنا شروع کریں۔

"عالم الغیب والشہادۃ" کی بات ہو رہی تھی۔ اب آپ دیکھیں کہ قرآن کریم میں لفظ غیب انچاس (۴۹) دفعہ استعمال ہوا ہے اور قرآن کریم کا یہ اسلوب ہے کہ اگرچہ ایک ہی لفظ بار بار استعمال ہو رہا ہے مگر کسی نہ کسی پہلو سے کوئی نہ نیا جلوہ رکھتا ہے، کوئی نیا رنگ رکھتا ہے اور اس تعلق سے کبھی خدا تعالےٰ کے اسماء پر اطلاق کو غور کرنے کا موقع ملتا ہے، کبھی مخلوقات کے اوپر غور کرنے کا اور ان کا اپنی کسی کا تصور باندھنے کا موقع ملتا ہے۔ اور چار دفعہ غیوب کا لفظ استعمال ہوا ہے جمع میں "علام الغیوب" اور جہاں غیب کا ہے وہاں عموماً "عالم الغیب" ہے جہاں غیوب کا ہے وہاں "علام الغیوب" ہے یعنی غیب زیادہ ہیں تو علم بھی بہت زیادہ چاہیئے۔ اور مبالغہ کی صفت استعمال ہوئی ہے غیر معمولی غیب کا علم رکھنے والا ہے اور غیب ایک نہیں ہے کئی غیب ہیں۔

اب یہی مضمون آپ دیکھ لیں غیب ایک نہیں ہے کئی ہیں۔ اس پر غور کریں تو عقل ورطہ حیرت میں ڈوب جاتی ہے اور غیب کا سفر ہمارے علم کے مطابق اپنے تصور سے طے ہو ہی نہیں سکتا، ناممکن ہے۔ کیونکہ ہر غیب کے پیچھے ایک اور غیب ابھرتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ اس میں آپ جہات کی بات سوچ لیں۔ ہم شش جہات کی بات کرتے ہیں دراصل وہ تین جہات ہیں اوپر کو ایک جہت کہتے ہیں نیچے کو ایک جہت۔ تین جہات ہیں اور چوتھی جہت وقت کی ہے تو چار جہات کے اندر ہم محدود ہیں۔ چار جہات سے باہر کا تصور حساب دان کرتے ہیں۔ حساب رو سے اگر FIVE DIMENSIONAL WORLD ہو تو کیا ہوگا TWO DIMENSIONAL ہو تو کیا ہوگا اور یہاں تک تو بہر حال ان کا غور اور تدبر انہیں پہنچا چکا ہے یا اس کا تصور باندھ سکتے ہیں کہ اس کائنات میں اسی وقت اور اسی SPACE، اسی مکانیت میں ایسے بھی جہان ہو سکتے ہیں جن کی DIMENSIONAL مختلف ہوں اور ان کا ہم سے کوئی دور کا بھی تعلق نہ ہو ایک ہی جگہ رہتے ہوئے۔ اب اسی پر غور کریں تو آپ کو حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت پر کامل یقین پیدا ہوتا ہے۔ ادنیٰ بھی آپ کی حقانیت پر شبہ باقی نہیں رہتا۔ اس زمانے میں جبکہ وقت کا مکان کا تصور بالکل اور تھا، اس زمانے میں آپ

پہ قرآن کریم کی یہ آیت نازل ہوئی کہ جنت ایسی چیز ہے "عرضها السماوات والارض" کہ اس کا دائرہ زمین و آسمان پہ پھیلا پڑا ہے۔ کوئی چیز بھی جسے آپ کائنات کہتے ہیں وہ جنت کے دائرے سے باہر نہیں ہے۔ اب یہ سوال کہ جنت کا دائرہ زمین و آسمان پر محیط ہے صحابہ سمجھ نہیں سکے اور ایک صحابیؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ پھر جہنم کہاں ہوگی۔ آپ نے فرمایا وہیں۔ لیکن تم شعور نہیں رکھتے۔ تو جس خدا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو یہ DIMENSIONS کا شعور اس وقت عطا کیا تھا جب کہ تمام عالم کی عقل کل بھی اس شعور کے قدموں تک بھی نہیں پہنچ سکی تھی حیرت انگیز بات ہے۔ عرب کا ایک ان پڑھ انسان جس کی ساری قوم امّی کہلا رہی تھی اس میں سے ایک شخص اٹھتا ہے اور اس پہ ایسا کلام نازل ہوتا ہے جو اسے غیب کی خبریں دیتا ہے اور غیب کی خبروں کی حکمتوں سے آگاہ فرماتا ہے اور کئی قسم کے غیب اس میں موجود ہیں اس خبر میں۔ یہ ایسی خبر دی گئی ہے جس سے آپ کے زمانے کے تمام انسان غیب میں تھے یا یہ خبر ان سے پردہ غیب میں تھی اور آپؐ کو عطا کی گئی اور جس چیز کی خبر عطا کی گئی وہ غیب در غیب کی خبر ہے کہ تم جس دنیا کو سمجھتے ہو، ہم جانتے ہیں اس میں سے اکثر کو تو جانتے ہی نہیں لیکن اس کا جو عمومی تصور باندھتے ہو اس سے بھی پرے اور چیزیں ہیں۔

تو "علام الغیوب" کا جو لفظ ہے اس نے بتایا کہ غیبوں کے بھی جہان ہیں۔ ایک کے بعد دوسرا جہان ابھرتا چلا جاتا ہے تو سوچ کی کوئی آخری حد ہی باقی نہیں رہتی۔ اب یہ مضمون کوئی سمجھے گا کہ شاید علمی چسکے کی باتیں ہیں، بالکل غلط بات ہے۔ یہ وہ مضمون ہے جس کا مذہب کی حقیقت سے بنیادی تعلق ہے اور جسے سمجھے بغیر مذہب کی غرض و غایت پوری ہو ہی نہیں سکتی لیکن کچھ نہ کچھ حصہ ہم پا سکتے ہیں جیسے ایک کیڑا اپنے رب کو جانتا ہے۔ لیکن جس مقام پہ ہمارا شعور پہنچایا گیا ہے ہمارے لئے جو ربوبیت کی مختلف جہتیں کھول دی گئی ہیں۔ ان پر غور نہ کرنا تو نسبتاً اس سے کیڑا بنے رہنے کے مترادف ہے اور جو لوگ پھر کیڑا بنتے ہیں ان کا ذہن پھر کیڑوں والا ہونا شروع ہو جاتا ہے ان کو رزق سے صرف اتنی نسبت ہے کہ کھایا پیٹ بھرا اور سو گئے اور یا دنیا کے عیشوں میں مبتلا ہو گئے اور وہ ہاتھ جس نے رزق دیا ہے اس ہاتھ کی لمس تک کو نہیں پہچان سکتے۔

تو اس لئے جو صفات باری تعالیٰ کا مضمون ہے یہ کوئی محض علمی نخرہ نہیں ہے، یہ حقیقت میں خدا سے تعلق باندھنے کے لئے انتہائی ضروری ہے۔ جس عظمت کا خدا حضرت اقدس محمد رسول اللہؐ پر ظاہر ہوا وہ آپ تک محدود رہنے کی خاطر ظاہر نہیں ہوا بلکہ رحمۃ للعالمین کا مطلب ہے اس خدا کے جلوے تمام جہانوں کے لئے میسر فرما دئے گئے، کسی جہان کے لئے بھی کوئی کنجوسی نہیں کی گئی، کسی قسم کی جھیز بہ تک نہیں رکھی گئی، کل عالم کے لئے دعوت عام دے دی گئی، [illegible] جلوہ گر ہوا ہے آؤ اور اس کو دیکھو۔ تو اس پہ غور کئے بغیر اس کی صفات کا سفر کئے بغیر کیسے خدا اپنی پوری شان کے ساتھ نہیں تو کچھ نہ کچھ اس شان کے نمونے کے طور پہ ظاہر ہو سکتا ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم پر ظاہر فرمائی گئی۔ اور حقیقت میں ہم اس دنیا میں صفات باری تعالیٰ میں جتنا سفر کرتے ہیں ویسی ہی اپنے لئے جنت بناتے ہیں۔ جنتیں بھی بے شمار ہیں اور غیب میں ہیں۔ جنتوں میں بھی بہت سے غیوب ہیں اور جنت نام ہے صفات باری تعالیٰ کا۔ اس کے سوا کوئی جنت نہیں ہے۔

"ہماری اعلیٰ لذات ہمارے خدا میں ہیں" حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جب یہ فرمایا تو اس میں بہت گہرے علوم بیان فرما دئے گئے اور "فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی" (الفجر ۳۰)

اس میں بھی جو میری جنت فرمایا گیا ہے وہ دراصل جنت کی وہ اعلیٰ تر صورت کا نام ہے جو خالصۃً صفات باری تعالیٰ سے بنتی ہے اس میں دوسرے کی خواہش کا کوئی دخل نہیں۔ "راضیۃ مرضیۃ" (الفجر ۲۹) ہو کر داخل ہو کس میں؟ میری جنت میں۔ اور یہاں وہ جنت نہیں ہے جس میں فرمایا "مما یشتھون" (المرسلات ۴۳۔۳۰) ان کو وہ چیزیں بھی ملیں گی جس کی وہ اشتہا کرتے ہیں۔ اشتہاء اس کے سوا ہے ہی کوئی نہیں کہ مرضیہ رہیں۔ راضی ہیں اس بات پر جس پر خدا راضی ہے۔ اس کے بعد اپنی خواہش کہاں باقی رہی کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔ تو اس لئے اس مضمون کو اگر ٹھہر ٹھہر کر کھول کھول کر بیان کیا جائے تو ایک ہی چھوٹی سی شاخ پر کھڑے ہو کر ایک لمبا زندگی کا وقت اور اس کا سفر طے کیا جا سکتا ہے۔ لیکن جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے یہ بہرحال کچھ نمونے ہیں جو دینے ہونگے تاکہ ان رستوں پر چل کر آپ غور کریں اور صفات باری تعالیٰ کو کوئی آسمانی ایسا مضمون نہ سمجھیں جو اوپر ہے۔ وہ ایسا مضمون ہے جو زمین پہ اترتا ہے اور انبیاء کے ذریعے اترتا ہے۔

> **جس عظمت کا خدا آنحضرت اقدس محمد رسول اللہؐ پر ظاہر ہوا وہ آپ تک محدود رہنے کی خاطر ظاہر نہیں ہوا بلکہ رحمۃ للعالمین کا مطلب ہے اس خدا کے جلوے تمام جہانوں کے لئے میسر فرما دئے گئے**

حضرت مسیح نے جو دعا مانگی تھی کہ اے خدا جو آسمان پہ ہے زمین پر بھی اتر۔ وہ حقیقت میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی ذات میں پوری ہوئی ہے۔ آپ کے جلوے کے ساتھ پوری ہوئی ہے۔ وہ جو آسمان پہ خدا تھا گویا زمین پر اتر آیا اور وہ صفات سے اترتا ہے۔ وہ کوئی جسمانی سفر طے کر کے تو نہیں آتا، کوئی وقت لگا کر تو نہیں پہنچتا وہ صفات کے ساتھ اترتا ہے۔ پس جو اترا ہوا اس کو دیکھ نہ سکیں دیکھیں تو اس کو سمجھ نہ سکیں اور اس پر غور کرنے کی توجہ پیدا نہ ہو یہ اندھی زندگی ہے اور اندھی زندگی کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ "من کان فی ھذہ اعمیٰ فھو فی الآخرۃ اعمیٰ" کہ جو اس دنیا میں اندھا رہا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا اٹھے گا۔ مومن تو اندھا نہیں ہوتا مگر مومن کی دیکھنے کی طاقتوں میں فرق ہے اور روز بروز عرفان کے ساتھ وہ فرق بڑھتا چلا جاتا ہے۔ جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے جو کافر ہے وہ تو کھاتا ہے اللہ کی دین اور ایک لمحہ کے لئے بھی نہیں سوچتا کہ دینے والا ہاتھ کون سا ہے۔ مومن "الحمد للہ" کہہ کر، شکر کر کے روٹی کھاتا ہے۔ اور ایک تعلق ربوبیت سے قائم کر لیتا ہے جو باشعور تعلق ہے لیکن وہ روٹی کیسے آئی، ربوبیت کیا معنے رکھتی ہے۔ اس کی تفاصیل نہاں در نہاں اس کی کیفیات اصل جنت تو وہاں سے شروع ہوتی ہے تو دروازے پر کھڑے ہو جانا اور جنت میں داخل نہ ہونا یہ تو بڑے نقصان کا سودا ہے۔

پس اس پہلو سے اس مضمون کو جو میں شروع کر چکا ہوں اسے آپ کوئی ثانوی ذوقی مضمون نہ سمجھیں کہ اہل علم کی باتیں ہیں وہ سوچتے رہیں ہمیں تو سیدھا سادہ پیغام ملنا چاہئے۔ سیدھا سادہ پیغام یہی ہے کہ اس کا کھوج لگایا جائے اس کے پیچھے چلا جائے اس کی اطاعت کی جائے اور وہ یہ ہے "عالم الغیب والشھادۃ" پہلی بات ہی عالم الغیب سے شروع کی گئی اور غیب کے چکر میں ڈال کر ایک ایسا سفر شروع کرا دیا جس کا غیب کے تعلق ہی میں کوئی انتہا نہیں اور

ایک ایسا نیا مضمون عطا فرمایا جو پہلے کبھی کسی مذہب کو عطا نہیں کیا گیا۔ جہاں تک میری تحقیق کا تعلق ہے مجھے ایک عرصہ پہلے اس بات کی جستجو ہوئی کہ دیکھوں غیب کا مضمون دوسرے مذاہب میں بھی ملتا ہے کہ نہیں تو کہیں نظر نہیں آیا۔ کم سے کم میری آنکھوں سے تو وہ غائب رہا۔ اگر کسی کو علم ہو کہ جس طرح قرآن کریم نے غیب کے مضمون کو اٹھایا ہے اور اس پر روشنی ڈالی ہے کسی اور مذہب میں یہ تصور موجود ہے تو دکھائے۔ یہ چیلنج نہیں ہے میں چاہتا ہوں کہ دیکھوں۔ اگر ہے تو نسبتاً ادنیٰ حالت میں پایا جائے گا۔

اسلام نے جو غیب کا مضمون بیان فرمایا ہے یہ تو رفعتوں کی انتہا ہے اور پہلی بات جو انقلابی اس میں دکھائی دیتی ہے اس پر آپ کو میں غور کی دعوت دیتا ہوں وہ یہ ہے کہ توحید کے لئے حقیقت میں غیب پر ایمان لانا ازبس ضروری ہے کیونکہ اس سے پہلے جتنے بھی شرک کے مذاہب ہیں یا جو مذاہب شرک میں تبدیل ہوئے وہ اس وجہ سے تھا کہ وہ ظاہر جو چیز سامنے ہو اسی پر ایمان لا سکتے تھے۔ اس لئے ان کا ظاہر تھا جس پر وہ ایمان لاتے تھے اس ظاہر کا پیچھے ایک سایہ بنتا تھا جسے وہ سمجھتے تھے وہ غیب میں ہے لیکن ایمان نہیں لا سکتے تھے اس پر جب تک سامنے ظاہر طور پر بت دکھائی نہ دے۔ کوئی درخت، کوئی سورج، کوئی چاند، کوئی سمندر، کوئی طوفان یہ چیزیں ان کے لئے ظاہری عبادت کے لئے تھیں اور اس کے پردے میں وہ سوچتے تھے کہ کچھ اور بھی ہوگا اور اس کے سوا کچھ اور ان میں دکھائی نہیں دیتا تھا۔ اس لئے اس کی صفات اس سے آگے کبھی نہیں بڑھ سکیں جتنی ظاہر کی صفات تھیں۔

اب اسی پہ آپ غور کر کے دیکھیں کہ جنہوں نے سورج کی پرستش کی ہے ان کی دیومالائی کہانیاں پڑھ لیں ان میں سورج کی بھی تمام صفات کا بیان نہیں ہے سورج کی صرف چند صفات ان کو نظر آتی ہیں اور وہی ان کے دیوتا کی جلوہ گری ہے بس۔ تو ایمان ظاہر پہ لائے ہیں غیب پر ایمان لائے ہی کوئی نہیں۔ خدا تعالیٰ نے پہلی دفعہ یہ نمایاں چیلنج کر کے انسان کے دماغ کو بیدار کیا ہے کہ غیب پہ ایمان لاؤ گے تو پھر ظاہر کی سمجھ آئے گی ورنہ آئے گی ہی نہیں۔ اور ذات باری تعالیٰ غیب نہیں ہے، غیب میں ہے۔ اب ان دو چیزوں میں فرق ہے اللہ تعالیٰ کا نام غیب نہیں ہے۔ اللہ کا نام حاضر بھی نہیں ہے یا ہے تو میرے علم میں نہیں۔ حاضر ہونا تو ممکن ہے مگر غیب خدا کا نام نہیں ہے۔ اللہ کا نام ظاہر ہے اور باطن ہے، وہ ظاہر بھی ہوتا ہے اور باطن میں بھی ہے اور باطن کا مطلب ہے غیب کے پردوں میں۔

تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جہاں غیب کی تعریف فرمائی وہاں اللہ کو غیب قرار نہیں دیا بلکہ یہ فرمایا ہے کہ "عالم الغیب" کا مطلب یہ ہے اپنے ناموں کو، اپنی صفات کو اس کے سوا اور کوئی نہیں جانتا کیونکہ ہر غیب کا وہ واقف ہے اور اس کی صفات کا ایک بہت ہی عظیم حصہ جس کو ظاہر کے مقابل پر کوئی ایسی نسبت ہے جسے ہم سمجھ نہیں سکتے، وہ غیب ہے خدا جس پہ قدم رکھتا ہے اور تمہیں اس پر ایمان لانے کی ہدایت کرتا ہے۔ یہ ایمان کیوں ضروری ہے غیب پہ ایمان لانا اس کے متعلق قرآن کریم کی وہ آیات جن کا میں نے ذکر کیا ہے کہ انچاس آیات ہیں جو لفظ غیب کے مضمون پہ روشنی ڈال رہی ہیں مختلف پہلوؤں سے۔ ان میں سے بعض ایسی آیات ہیں جن کا انسانوں سے بھی تعلق ہے اس لئے ان کو نکال بھی دیں تو اکثر وہ صفات ہیں جو خدا تعالیٰ کے علم غیب سے تعلق رکھتی ہیں۔ یہ ضروری اس لئے ہے کہ فائدے بھی غیب میں مضمر ہیں اور خطرات بھی غیب میں مضمر ہیں۔

ایک آئس برگ جو سمندر میں ڈوبا ہوا ہوتا ہے، برف کا تودا بعض دفعہ ایک چھوٹا پہاڑ ہے جو ڈوبا ہوا ہے اس کا صرف ۱/۹ حصہ سمندر کی سطح سے باہر دکھائی دیتا ہے باقی نیچے ہے۔ جن کو پتہ نہ ہو وہ اس کو ایک معمولی چیز سمجھتے ہیں۔ بعض دفعہ چھوٹا سا ٹکڑا باہر دکھائی دیتا ہے چھوٹی پہاڑی یا ٹیلہ جتنا بس ڈوبا ہوا ہے اور ایک پورا ۹/۱ حصہ اس کا اندر ہوتا ہے جو جہازوں کے پرخچے اڑا دیتا ہے۔ تب ٹکر لگتی تو بڑے بڑے جہاز اس سے غرق ہو جاتے ہیں۔ بعض ایسے جہاز جن کے متعلق قوموں نے دعوے کئے تھے، خود انگلستان نے ایک ایسا جہاز بنایا تھا جس پہ دعویٰ تھا کہ آج تک اس سے زیادہ کامل جہاز کبھی نہیں بنایا گیا، پہلے سفر میں ہی آئس برگ سے ٹکرا کر ڈوب گیا کچھ بھی اس کا باقی نہ رہا۔ تو وہ ذات جو چھپی ہوئی ہو، اس کے منفی پہلو، اس کی ایسی فرضی ظاہر ہونا جو اس سے ٹکرا دے ہمیں جو اس کے ساتھ تصادم پیدا کر دے، نہایت خوفناک نتائج پیدا کر سکتا ہے۔ یہ لاعلمی نہایت خطرناک نتائج پیدا کر سکتی ہے اور خوشگوار نتیجے ہوتے ہوں اور آپ کو علم نہ ہو تو آپ ان سے استفادہ کر سکیں گے۔ تو ہمارے لئے منفی پہلو سے بھی اور مثبت سے بھی عالم الغیب پر غور ضروری ہے اور اس پہ جوں جوں آپ غور کرتے چلے جائیں گے پردے اٹھتے ہیں غیب سے اور ان کے پیچھے اور غیب دکھائی دینے لگتا ہے کہ پیچھے بھی کچھ ہے ایک لامتناہی سفر ہے۔

اب آپ دیکھ لیجئے کہ غیب کے تعلق میں جب تک ہم زندہ ہیں اور باشعور ہیں ہم سمجھتے ہیں سب کچھ دکھائی دے رہا ہے جبکہ زمانہ بحیثیت زمانہ اکثر غیب میں ڈوبا ہوا ہے۔ شعور جب کچھ دیر کے لئے ابھرتا ہے ایک انسان کا تو اس کی زندگی کے ساتھ ایک عالم وجود میں آتا ہے جیسے مچھلی بعض دفعہ سانس لینے کے لئے ذرا سی اوپر اچھلتی ہے اور پھر ڈوب جاتی ہے۔ وہ چند لمحے جن میں کر رہی ہیں خصوصاً جب پانی میں آکسیجن کی کمی ہو جائے تو مچھلیاں سطح پر ابھرتی ہیں اور منہ مار کر واپس چلی جاتی ہیں وہ چند لمحے ان کی زندگی کے ساتھ جو نسبت رکھتے ہیں اس سے بھی زیادہ نسبت ہمارے غیب کے شعور یا عالم وجود کے شعور کو عالم غیب سے ہے۔ ایک ذات ابھرتی ہے اور دراصل اس کے ساتھ ایک جہان ابھرتا ہے اور وہ چند لمحے جو اس نے شعور کے گزارے اس کو ارد گرد کچھ دکھائی دیتا ہے اور اسی لئے جہانوں کا نام عالمین رکھا گیا۔ عالم کا مطلب ہے جس کو معلوم کیا جائے، جس کا علم ہو تو عالم کا وجود ہی علم سے تعلق رکھتا ہے اور عالم پردہ غیب سے اچھلتا ہے اور غائب ہو جاتا ہے، اچھلتا ہے اور غائب ہو جاتا ہے۔ ہر آدمی کے پیدا ہونے کے ساتھ ایک عالم پیدا ہوتا ہے اور ہر آدمی کے مرجانے کے ساتھ ایک عالم مرجاتا ہے، ہر کیڑے کے مرجانے کے ساتھ ایک عالم مرجاتا ہے۔

قرآن کریم نے ان مضامین کو مختلف جگہوں پہ بہت ہی لطیف انداز میں بیان فرمایا ہے لیکن اگر آپ غور کریں تو آپ کو سمجھ آئے گی ورنہ آیات پڑھ کر آپ جھکے سے آگے گزر جائیں گے۔ جب حضرت آدم کے ایک بیٹے نے دوسرے بیٹے کو قتل کیا تو اس وقت قرآن کریم فرماتا ہے کہ ہم نے یہ لکھ دیا ہے اب بنی اسرائیل پر کہ اس کے بعد یہ سلسلہ یوں سمجھا جائے گا کہ اگر کسی نے ایک شخص کو قتل کیا تو گویا اس نے سب کو قتل کر دیا۔ اب یہ کیسے قتل کر دیا سب کو۔ امر واقعہ یہ ہے کہ آپ اپنے ساتھ ایک کل عالم کا تصور لئے ہوئے ہیں۔ ہم میں سے ہر ایک اس طرح ہے۔ جب ایک مرتا ہے تو وہ عالم ساتھ مرتا ہے اور عالم وہ چیز ہے جو خدا نے پیدا کی ہے اور ہماری ذات کی خاطر، ہمارے شعور کی خاطر وہ آئینے ہیں جن کے رستے سے ہم خدا کو دیکھتے ہیں۔ تو بہت بڑا گناہ ہے کہ اللہ نے ایک بامقصد ایک منصوبے کے ساتھ ایک چیز کو پیدا فرمایا، اور ہر وجود کے ساتھ ایک عالم وابستہ ہے، اور اس عالم کو کوئی شخص مار دے تو ایک آدمی نہیں مرا خدا کے بہت سے جلوے جو دیکھے جا رہے تھے اب دکھائی نہیں دے رہے۔ اسی بات پہ غور کر کے بعض فلسفیوں نے یہ کہا کہ دراصل علم ہی ہے

اور کچھ بھی نہیں۔ اگر علم نہ ہو تو ہر چیز ختم ہے۔ وہ اس دلیل کو آگے بڑھاتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ دیکھو تو ہم سب جو انسان ہیں ہمارا ایک شعور ہے عالم کا۔ اگر ہم نہ ہوتے تو کوئی شعور باقی نہ رہتا۔ کوئی نہ رہتا۔ تو جیسا عالم تھا ویسا نہیں۔ اس کا ہونا اس کی حرکات، اس کی مختلف جہتوں سے آپس میں ٹکرانا، یا تعلقات قائم کرنا اور ان کے اثرات پیدا ہونا یہ ساری چیزیں وہ فلسفی کہتے ہیں کہ ہماری سوچ سے تعلق رکھتی ہیں اور ہم نہ ہوں تو کچھ بھی نہیں گویا کل عالم ختم ہو گیا۔ مگر قرآن کریم اس مضمون کو سورہ فاتحہ ہی میں توڑ رہا ہے "الحمد للہ رب العالمین" تم ہو یا نہ ہو، ایک زاویے سے ایک رب ہے جس کا ہر عالم سے تعلق ہے تمہارے مٹنے سے عالم نہیں مٹ سکے گا۔ کیونکہ تمہارے مٹنے سے اگر کوئی عالم مٹتا ہے تو ایک بہت محدود عالم مٹتا ہے۔ ایک ایسا عالم مٹتا ہے جس کے ظاہری کچھ نقوش تمہارے ذہن میں ہیں اس سے زیادہ تمہیں کوئی علم نہیں، اس عالم کے ساتھ جو بے انتہا غیب وابستہ ہیں ان کا تمہیں کوئی تصور نہیں ہے جوں جوں زمانہ آگے بڑھتا ہے عالم کا تصور پھیلتا چلا جا رہا ہے اور جو تصور پھیلتا ہے وہ یہ بتاتا ہے کہ ابھی ہمیں کچھ بھی حاصل نہیں ہوا اور عالم کا ایک لامتناہی طور پر زیادہ حصہ ہے جو ہماری نظر سے غائب ہے۔ تو رب العالمین نے یہ بتا دیا کہ واہمہ نہیں ہے عالم جو خدا نے پیدا کیا ہے اس کو کسی موت سے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا کیونکہ جو اس کی کنہہ کو جانتا ہے جو اس کے غیب کو جانتا ہے جو اس کے حاضر، اس کے شاہد کو جانتا ہے وہ خدا موجود ہے اور اسی کے تعلق سے وہ عالم قائم ہے تو تمہارے مرنے سے کیسے مٹ سکتا ہے مگر تم جب ایک دوسرے کو مارتے ہو تو انسانی سطح پر جو عالم ابھرتے ہیں وہ ایک ابھرے ہوئے عالم کو ڈبو دیتے ہیں اور چونکہ تم مالک نہیں ہو، رب نہیں ہو اس لئے جواب دہ ہو گے۔ تو درحقیقت یہ زندگی کے جتنے ادوار ہیں یہ سب نئے عالم لے کر آتے ہیں۔ ایک آج کی نسل کو اگر آپ سو سال دے لیں جیسا کہ حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے ایک ایک موقع پہ فرمایا کہ آج سے سو سال تک کوئی بھی وہ نہیں رہے گا جو آج یہاں ہے، سب فنا ہو جائیں گے، یعنی اس میں ایک یہ بھی پیشگوئی تھی کہ جو بچہ آج پیدا ہو گا وہ سو سال سے زیادہ عمر نہیں پائے گا۔ جو اس سے پہلے تھے وہ پا سکتے تھے چنانچہ بعض صحابہ کی عمر سو سے اوپر ہوئی لیکن اس فرمان سے پہلے پیدا ہو چکے تھے۔ اب سو سال میں ایک پورا عالم بدل گیا یعنی عالم ایسا بدلا کہ تمام جو عالم کو سمجھنے والے تھے ہر ایک کی سوچ میں ایک عالم تھا اس سب کا مجموعہ بدل گیا۔ عالم کے سمندر کا قطرہ قطرہ بدل گیا اور اس کے باوجود عالم اپنی جگہ قائم تھا لیکن اس کی سوچ بدل گئی، اس کی کیفیات بدل گئیں اور ان میں پھر ایسے بھی لوگ تھے جو باشعور تھے جو اللہ سے تعلق رکھتے تھے ان کی سوچوں میں عالم کا کچھ اور ہی مطلب تھا۔ کچھ دہریہ اور دنیادار اور بگڑے ہوئے اہل کتاب بھی تھے جن کے ہاں عالم کی کوئی اور تصویر تھی تو حقیقت میں ہر زمانے کا انسان ایک عالم کی سوچ لے کر پیدا ہوتا ہے، ایک عالم کی سوچ لیکر مر جاتا ہے اور وہ خود غیب سے آتا ہے اور غیب میں داخل ہو جاتا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ جس کا آغاز غیب ہو، جس کا انجام غیب ہو، وہ غیب پہ غور ہی نہ کرے؟ آخر آیا کہاں سے اور کیوں آیا ہے اور کدھر جائے گا۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا "انا للہ و انا الیہ راجعون" (البقرہ: ۱۵۷) کہ جس غیب سے تم ابھرے ہو، عدم نہیں تھا بلکہ اس سے پہلے اللہ موجود تھا اور اللہ کی قدرت سے تم وجود میں آئے ہو اس کی طاقتیں لے کر اس کے امر کے ساتھ، جتنی تمہیں عطا کی گئیں ان کو لیکر آئے ہو لیکن پھر آگے جواب دہی ہے اور تم نے واپس اسی غیب میں ڈوبنا ہے جس غیب سے ابھرے ہو اور وہاں بھی وہی خدا موجود ہو گا۔ تو تم وقتی طور پر غیب سے شاہد کی دنیا میں ابھرتے ہو لیکن پھر تم نے غیب کی دنیا میں ڈوب جانا ہے اور وہاں رحمان خدا بحیثیت رحیم تمہارا منتظر ہو گا۔ اب جو جواب دہی ہے وہ دراصل رحیم کے سامنے ہے کیوں کہ اللہ تعالےٰ نے یہاں جو فرمایا ہے "عالم الغیب والشہادۃ" ساتھ فرمایا "ھو الرحمان الرحیم" وہ رحمان بھی ہے اور رحیم بھی ہے۔

رحمان کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جہاں جہاں قلم اٹھایا ہے یا لب کشائی فرمائی وہاں اس مضمون پر زور دیا کہ رحمان وہ ذات ہے جو درحقیقت بن مانگے دینے والی یعنی عدم سے اس طرح پیدا کرنے والی کہ اس کا مطالبہ کرنے والا ابھی تھا ہی کچھ نہیں اور کامل طور پر غیب پہ رحمان کی حکمرانی ہے۔ غیب سے جو رونما ہوتا ہے وہ غیب کے سہارے سے اس کے امر سے رونما ہوتا ہے۔ رحمان کے سہارے اور رحمان کے امر سے رونما ہوتا ہے۔ اس کے بعد رحمانیت ایک اور رنگ میں پھر ساتھ دیتی ہے اور وہ حاضر کی دنیا میں رحیمیت بن جاتی ہے۔ رحمان تو وہ جس نے سب کچھ دے دیا اس کے بعد حاضر دنیا میں اس کے اور بھی معنے ہیں جو اس وقت اس کی تفصیل میں نہیں جاؤں گا۔ میں یہ بتانا چاہتا ہوں اس تعلق میں یہ سمجھیں کہ غیب ہے جہاں سے آپ ابھرے۔ آپ نے کب مطالبہ کیا تھا کہ اے خدا مجھے پیدا کر اور اے خدا میری یہ یہ ضرورتیں ہیں یہ پیدا کرنا اور جب میں اور میری جنس ترقی کر جائیں تو اس زمانے کی ضرورتیں بھی ہمیں مہیا ہونی شروع ہو جائیں جب تک ہماری عقل تیل کا استعمال نہ جانتی ہو تیل بے شک نظروں سے اوجھل رہے۔ جب ایسی مشینیں سوچنے کی طاقت پیدا ہو جائے اور بنانے کی طاقت پیدا ہو جائے جو تیل کے بغیر چل ہی نہیں سکتیں تو پھر ہمیں تیل بھی عطا کر دینا اور پھر اے خدا جب یہ خطرہ ہو کہ تیل ختم ہونے والا ہو گیا ہے اور انسانی سوچ ایسی مشینیں بھی ایجاد کر لے یا ان کی صلاحیت رکھتی ہو کہ اٹامک انرجی سے فائدہ اٹھا سکے تو پھر اس پہ ایٹم کے راز روشن کرنا اور وہ دھاتیں مہیا کرنا جو ایٹم کی انرجی کو ترقی دینے کے لئے ضروری ہیں اور زمین ان بھاری دھاتوں کو پھر اچھال دے انسان کے لئے، کیا یہ سب مطالبے آپ میں سے کسی نے کئے تھے؟ ہم میں سے کسی نے کئے ہیں، جو ہے ہی نہیں وہ غیب میں کچھ بھی نہیں ہے۔ وہ تو ایسا غیب ہے کہ اپنے باپ کی شادی سے پہلے وہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ میں تھا تو کہاں تھا؟ کیا تھا میرا؟ تو کائنات میں زمین کے پیدا ہونے سے پہلے وہ کیا سوچ سکتا تھا؟ کیا مانگ سکتا تھا لیکن رحمان خدا ہے جس کی غیب پر کامل راج دہانی ہے۔ اس پہلو سے بھی اس کا توحید سے بڑا گہرا تعلق ہے اول تو یہ کہ ظاہر کی عبادت نہیں کرنی۔ اصل غیب ہے غیب کی عبادت کرو گے تو پھر تمہیں حقیقت میں توحید کے معنے سمجھ آئیں گے۔ غیب میں جو ہے اس کی عبادت کرو۔ اور خدا کی ذات کی شناخت کوئی انسان خود کر ہی نہیں سکتا مگر جو عرفان اس نے ہمیں بخشا ہے اس سے یہ بات تو قطعی طور پر ثابت ہے کہ خدا کی ذات کا عرفان جتنا عطا بھی کیا گیا ہے اس کا کروڑواں حصہ بھی وہ لوگ نہیں سمجھتے جن کو عطا کیا گیا ہے اور اکثر غیب ہی غیب ہے۔ تو ذات کا سفر کرنا ہو تو غیب کو اہمیت ہے اور غیب میں ڈوبنے اور غور کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر دوسرے پہلوؤں سے اپنے آغاز اور اپنے انجام کی بات سوچیں تب غیب پہ غور کرنے کی ضرورت ہے اس کے بغیر آپ کو درحقیقت غیب کی سمجھ نہیں آئے گی۔ اور جب صفت رحمانیت کے ساتھ غیب کا تعلق سوچتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ عالم غیب پر اس کی بلا شرکت غیرے راج دہانی ہے۔ کوئی اور نہیں ہے جو غیب کا علم رکھتا ہو۔ اس کے سوا کوئی اور نہیں ہے جو غیب میں کچھ عطا فرما سکتا ہو، کچھ پیدا کر سکتا ہو۔ ہر پہلو سے غیب کا مضمون آپ کو لامتناہی جہانوں میں لے چلتا ہے جس پہ غور کریں تو عجیب و غریب، نئے سے نئے مطالب آپ

کے سامنے پیدا ہوتے چلے جاتے ہیں۔ مختصر اتنا سردست میں یہ بات کہہ کر رحیمیت سے اب اس کا تعلق جوڑتا ہوں۔

صفات باری تعالےٰ کو کوئی آسمانی ایسا مضمون نہ سمجھیں جو اوپر ہے۔ وہ ایسا مضمون ہے جو زمین پر اترتا ہے اور انبیاء کے ذریعہ اترتا ہے

رحیمیت کا مطلب ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو بہت ہی لطیف معنے اور بار بار کئے ہیں اتنے کہ ذہن میں خوب پیوست ہو جائیں وہ یہ ہیں کہ وہ جو اعمال کی جزاء مترتب کرنے والا ہے۔ آپ نے رحمان خدا سے جو کچھ پایا اس کا حساب دینا ہوگا اور اگر اس کو استعمال کرکے آپ رحمان خدا کے قریب ہوتے ہیں تو ہر اس قدم کی جو خدا کی اس سمت میں، رحمان کی طرف اٹھتا ہے اس کی جزاء رحیمیت دیتی ہے۔ اب ایک نئی عطا ہے یہ۔ رحمانیت سے فائدہ اٹھانا زیادہ سے زیادہ اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ اللہ آپ کو شکر گزاروں میں لکھ لے کہ ہاں تم نے کچھ شکر گزاری کا حق ادا کیا، پتہ کر لیا کہ ہاں کوئی خدا دینے والا جو تمہارے مانگے بغیر تمہیں وہ کچھ عطا کر گیا ہے کہ تمہاری ساری نسلیں بھی اس کو استعمال کرتی رہیں اور آئندہ ظاہر ہونے والی چیزوں سے فائدہ اٹھاتی رہیں تب بھی وہ رحمانیت نے جو خزانے بھر دئے ہیں ان کو ختم نہیں کر سکتیں، یہی نتیجہ نکلتا ہے۔ جزاء کہاں سے آگئی اس میں۔ اس میں تو کوئی جزاء والی بات نہیں ہے۔ آپ کسی کو کوئی کھانا تحفۃً دیں مرغ کا روسٹ دیں تو کہیں ہاں میں نے پہچان لیا ہے مرغا ہے یہ۔ تو آپ کہیں جزاک اللہ تم نے کمال کر دی ہے خوب پہچانا، یہ تو نہیں ہو سکتا۔ مگر جو رحمان سے تعلق جوڑتا ہے بعض دفعہ ایک سادہ آدمی کی اس بات پر بھی خوش ہو کے اس کو جزاء دیتا ہے کہ اچھا تم نے کمال کر دیا واقعۃً میں تمہیں ایک اور بھی چیز دیتا ہوں انسانوں میں تو شاذ کے طور پہ یہ صفت دکھائی دے گی مگر رحیمیت ہر بار ہم سے یہی سلوک کرتی ہے۔ آپ رحمانیت کو پہچانیں اور اس کے حقوق ادا کرنے کی اس طرح کوشش کریں کہ جو کچھ خدا نے بن مانگے آپ کو دیا ہے اس سے لذت یاب ہوتے وقت اس کو یاد کر لیا کریں تو ہر قدم پر رحیمیت جزاء لیکر آپ کے ساتھ کھڑی ہوگی اور اگر آپ نہیں پہچانیں گے تو سزا آپ کے اس فعل سے از خود ظاہر ہو گی کیونکہ اپنا بھلائی کو جو نہ جانتا ہو وہ اس سے محروم رہ جاتا ہے۔ بے انتہا خزائن ہیں جو پردہ غیب میں ہیں۔ جو رحمانیت کے تعلق میں ہمارے لئے اس صورت میں موجود ہیں کہ ہم اگر ہاتھ بڑھائیں اور اللہ توفیق دے تو وہاں تک پہنچ سکتے ہیں۔ انسانی تاریخ بتا رہی ہے جب بھی انسان نے ضرورت کے وقت ان سمتوں میں ہاتھ بڑھایا جہاں خدا نے خزانے رکھے تھے تو وہاں تک اس کی رسائی ہوئی۔ تقدیر الٰہی کو، اذن الٰہی کو دخل تو ہے اور آخری فیصلہ وہی کرتی ہے لیکن بڑھانے والا ہاتھ بھی ضرور بڑھنا چاہئے اس کے بغیر خدا تعالیٰ کی رحیمیت کا جلوہ نہیں دکھاتا۔ رحمانیت کا جلوہ تو اس کے بغیر بھی ظاہر ہوتا رہتا ہے۔ اب ہمیں ہر لحظہ رحمانیت کی ان معنوں میں ضرورت ہے کہ آکسیجن خدا نے فضا میں رکھ دی ہے اور متناسب مقدار میں رکھی ہے اگر زیادہ ہوتی تو ہمیں ہلاک کر دیتی۔ وہ آکسیجن سوچے بغیر ہر وقت استعمال کر رہے ہیں ہاتھ بڑھانے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ اور بعض ہاتھ طبعی تقاضوں پر بڑھتے ہیں سوچوں سے کوئی تعلق نہیں۔ پیاسے کا ہاتھ پانی کی طرف بڑھے گا، بکری کا بچہ بھوکی ہو تو گھاس کی طرف جائے گا، بچے کا منہ ماں کے

دودھ کی طرف اٹھتا ہے اور جانوروں کے بچوں کا بھی یہ حال ہے۔ تو سارے رحمانیت کے تقاضے ہیں جن میں سوچوں کا کوئی دخل نہیں۔ مگر جب انسان کی سطح پر پہنچ کر رحمانیت سے باشعور تعلق قائم ہوتا ہے اور ایک سوچ بنتی ہے اور اس کے نتیجے میں تقاضے پیدا ہوتے ہیں تب پھر رحمانیت وہ جلوہ دکھاتی ہے جو حاضر جلوہ ہے، یہ شہادت کا جلوہ ہے۔ عالم شہادۃ میں ہر انسان روزانہ یہ استطاعت رکھتا ہے، خدا کی دی ہوئی استطاعت کے ساتھ ظاہر بات ہے، یہ استطاعت رکھتا ہے کہ جب بھی کوئی کام ایسا کرے جو رحمانیت سے متصادم نہ ہو تو ضرور رحیمیت کا جلوہ دیکھے۔ اور جس طرح رحمانیت کافر اور مومن میں فرق نہیں کرتی اس پہلو سے رحیمیت بھی کافر اور مومن میں فرق نہیں کرتی کیونکہ رحمانیت ہی کی ایک صورت ہے رحیمیت جو عالم شہادۃ سے خصوصیت سے تعلق رکھتی ہے۔ اب آپ یہ مغربی دنیا کے سائنس والوں کو دیکھیں انہوں نے کیا کیا ہے، کون سا تیر چلایا ہے۔ جو کچھ کیا ہے صرف یہ ہے کہ اللہ کی رحمانیت کے جلووں کو جہاں جہاں پہچانا وہاں پیروی کی ان کی اور ان تقاضوں کو پورا کیا جو وہ جلوے تقاضے کرتے تھے۔

آپ نے اپنی جنت خود بنانی ہے اور یہ جنت اللہ کے اسماء سے بنے گی

ایک بچے نے بھاپ کے ذریعے ڈھکنے کو اٹھتے ہوئے دیکھا۔ اب عام آدمی سوچے گا کہ اس میں کونسی رحمانیت ہے لیکن بھاپ میں جو طاقتیں پوشیدہ تھیں ان تک اس وقت تک انسان کی نظر نہیں تھی۔ بھاپ اٹھتی تھی ہر جگہ سے کبھی دھند بن کر اٹھ رہی ہے، کبھی چیزیں گرم ہو رہی ہیں، پانی ابل رہے ہیں اور بھاپ اٹھ رہی ہے، کسی کو کیا پتہ تھا کہ رحمان خدا وہ ہے جس نے ہر چیز کے اندر اس کے غیب میں خزانے رکھے ہوئے ہیں اور یہ غیب پر ایمان ہو تو ان خزانوں کی تلاش زیادہ باشعور طور پر ہوگی لیکن اگر تلاش نہ بھی ہو، غیب پہ ایمان نہ بھی ہو، تو وہ آنکھیں جو دیکھتی ہیں اور سچائی کے ساتھ جو دیکھتی ہیں اس کی پیروی کرتی ہیں، رحیمیت ان کو محروم نہیں رکھتی۔ پس اس بچے کو خیال آیا کہ چلو اس کو بند کرتے ہیں یہ بھاپ جو اٹھ رہی ہے تو اس کا ڈھکنا زور سے بند کریں اس نے وہ کپڑا وپڑا رکھ کے کچھ تاکہ ہاتھ نہ جلے دبایا لیکن وہ زور سے پھر باہر نکل گئی۔ پھر اس نے کہا اچھا اتنی طاقت ور ہے میں اس کے اوپر بیٹھتا ہوں تو کپڑا وغیرہ رکھ کر اوپر بیٹھا تو کچھ دیر کے بعد اس کو اچھال اچھال کر بھاپ پھر بھی نکلنے لگ گئی۔ اس نے اور پتھر رکھ دئے، جو کچھ اس کا بس چلا اس نے کر دیکھا مگر وہ بھاپ کا نکلنا بند نہ ہوئی اس پر اس کو انجن کا خیال آیا اور پھر سائنس دانوں نے اس علم سے کہ بھاپ میں تو بہت طاقتیں پوشیدہ تھیں اس کا استعمال کرنا شروع کیا اور ریلوے انجن اسی سے ایجاد ہوا۔ اب آپ دیکھیں ایک لمبے عرصے تک اسی بناء پر کہ خدا کی رحمانیت کو پہچانا اور اس کے عقلی تقاضے پورے کئے، رحیمیت نے ساتھ دیا اور نہیں چھوڑ رہی۔ ہر انجن جو روزانہ رواں ہوتا ہے کہیں سے، اس کا ہر لحظہ جو چھک چھک، چھک چھک بھاپ کی آواز آ رہی ہوتی ہے رحیمیت کے گیت گا رہا ہوتا ہے۔ اور رحیمیت میں یہ دائمی ساتھ کے معنے پائے جاتے ہیں۔ وفا کے معنے پائے جاتے ہیں۔ ایک چیز ایسی ہے جو ساتھ لگ جائے اور پھر چھوڑے نہیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس مضمون پر بہت ہی پیارے انداز میں مختلف پہلوؤں سے روشنی ڈالی ہے اور خلاصہ یہی کہ رحیمیت دراصل وہ عالم شہادہ میں رحمانیت کی جلوہ گری کا ایک انداز ہے۔ ہے رحمانیت ہی مگر وہ جو آپ کی کچھ کوشش، آپ کی نیت، آپ کے کچھ عمل سے تعلق باندھ دیتی ہے اور یہ فیصلہ کرتی ہے کہ ضرور جزاء

دیتی ہے اور وہ لوگ جنہوں نے گرمی کو آگ کو دیکھا اس کی طاقت کو بھی محسوس کیا۔ بھاپ کو دیکھا، اس کی طاقت کو کسی حد تک محسوس کیا لیکن غلط استعمال کی باتیں سوچیں انہوں نے گھر پھونکے، بچوں کو ابلتے ہوئے پانیوں سے جلا دیا، انبیاء کو آگ میں ڈالنے کی کوشش کی اور یہاں انہوں نے رحیمیت سے یا رحمانیت سے اس طرح ٹکر لی کہ اس کی غلط طرف آگئے اور وہی آگ ہے جو پھر ان کو بھسم کر گئی۔ وہی ابلتے ہوئے پانی تھے جو ان کی چھاتیوں میں چھالے ڈال گئے اور اس طرح رحیمیت نے منفی اثر بھی دکھایا اور جزاء اور سزا کا ایک مضمون مترتب ہوا۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "عالم الغیب والشہادۃ" وہ غیب کا بھی عالم ہے اور شہادہ کا بھی عالم ہے اور یاد رکھو تم غیب سے ابھرے تھے اور شہادہ میں آگئے ہو۔ "ھو الرحمان الرحیم" وہ رحمان بھی ہے جس نے تمہیں غیب سے اچھال کر عالم شہادہ میں ڈال دیا، نکال دیا اور عالم شہادہ میں تمہیں جس طرح ستارے اچھالتے ہیں تمہیں اچھال دیا اور پھر یاد رکھنا وہ رحیم ہے اور رحیمیت کا مضمون آگے جاری رہے گا، یہاں ختم نہیں ہو جائے گا۔ پھر جب تم عالم غیب میں جاؤ گے تو پھر ایک رحیم خدا تمہارا حساب لینے والا وہاں کھڑا ہوگا اور اس کو "مالک یوم الدین" فرمایا ہے۔ تو غیب سے نکلے ہو اور غیب میں پھر اچھال دیئے جاؤ گے اور اس میں غرق ہو کر ہمیشہ کے لئے خود غائب نہیں ہو سکتے۔ جس کو خدا نے غیب سے اٹھا دیا ہے وہ اپنے مقاصد کو پورا کئے بغیر پھر کبھی غائب نہیں ہو سکتا۔ اور خدا اسے غائب ہونے دے گا یہاں تک کہ رحیمیت اس کے ساتھ ساتھ چلے گی۔ رحیمیت سے تعلق توڑے گا تو سزا پائے گا، رحیمیت سے تعلق قائم رکھے گا تو جزاء پائے گا۔ اور "مالک یوم الدین" ایک ایک ذرے کا حساب دینے والا موجود ہوگا اور وہاں سے پھر ایک نیا عالم غیب شروع ہو جاتا ہے جس کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ اس عالم کے متعلق فرمایا کہ کوئی آنکھ نہیں ہے جس نے دیکھا ہو، کوئی کان نہیں جس نے سنا ہو ایک اور عالم غیب بن گیا پھر۔ تو ایک غیب سے اچھالے گئے، ایک شہادہ میں داخل ہوئے پھر شہادہ سے اچھالے گئے غیب میں ڈوبے اور ایک اور شہادہ میں داخل ہوں گے جو اس وقت پردہ غیب میں ہے۔ تو خدا تعالیٰ کی صفات پر غور کرنے سے انسان کو اپنی کنہہ، اپنی وجہ پیدائش کا علم ہوتا ہے، اپنی زندگی کے مقاصد کا علم ہوتا ہے اور تعلق باللہ کا مضمون روشن ہوتا ہے۔ آپ دس کروڑ دفعہ بھی پڑھیں عالم الغیب والشہادہ، اگر غور نہیں کرتے تو اس ذکر کو حقیقت میں ذکر نہیں کہا جا سکتا۔ ذکر وہ ہے جو تبدیلیاں پیدا کرتا ہے انسان کے اندر۔ "تقشعر منہ جلود"

(الزمر: ۲۴)

ایسا ذکر، ایسی تلاوت جس سے انسان کے جسم پہ لرزہ طاری ہو جائے۔ یہ ذکر خالی زبان سے وہ اثر دکھا ہی نہیں سکتا۔

پس صفات باری تعالیٰ پہ غور کرنا اور کرتے رہنا ہمارے لئے بے انتہا ضروری ہے اور اس غور کے نتیجے میں جیسا کہ میں نے بیان کیا تھا درحقیقت ہم اپنی جنت بنا رہے ہونگے۔ کیونکہ مرنے کے بعد جس عالم غیب کی میں نے بات کی ہے اس عالم غیب میں خدا کے سوا کچھ نہیں ہے۔ ہر غیر اللہ وہاں سے باہر ہے۔ جنت میں شیطان کو جو داخل ہونے کی اجازت نہیں یا کسی غیر اللہ کو اجازت نہیں اس کا ایک یہ بھی مطلب ہے کہ دراصل جنت خدا کے وجود ہی سے بنتی ہے۔ اگر غیر اللہ کا وجود داخل ہو تو باقی جنت کو بھی وہ جہنم بنا دے گا۔ اگر خدا کے سوا کوئی اور تصور پیدا ہو تو ساری کائنات میں، فساد برپا ہو جائے گا۔ یہ وہی مضمون ہے جو دراصل جنت کو سمجھنے میں مدد دیتا ہے۔ پس آپ نے اپنی جنت خود بنانی ہے

اور یہ جنت اللہ کے اسماء سے بنے گی اور اسماء الٰہی پر غور کے نتیجے میں آپ کے اندر جو روحانی تبدیلیاں پیدا ہونگی اور بعض اوقات ایسا ہوگا جیسے زلزلہ طاری ہو گیا ہے۔ یہ وہ چیزیں ہیں جو ذکر کہلاتی ہیں اور یہی وہ ذکر ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "ولذکر اللہ اکبر" (العنکبوت: ۴۶) عبادت تو لازم ہے جو عبادت کرے گا اگر وہ تقاضے ظاہری پورے کرتا ہے تو اس کی عبادت ہوگی لیکن بظاہر تو یوں لگتا ہے کہ عبادت سب سے افضل ہے یعنی ظاہری عبادت جس کو الصلوٰۃ کہا جاتا ہے اور اللہ فرما رہا ہے "ولذکر اللہ اکبر" اللہ کا ذکر جس کے لئے کسی خاص طرز کی ضرورت نہیں ہے یعنی فرض کے علاوہ یہ وہ ذکر جو مستقل جاری ہے اور عبادت میں بھی جب تک ذکر داخل نہ ہو عبادت زندہ نہیں ہو سکتی۔ تو "ولذکر اللہ اکبر" کا مطلب یہ ہے کہ اصل سب کچھ، جو کچھ بھی ہے وہ ذکر میں ہے جیسے اللہ اکبر ہم کہتے ہیں تو استعمال تو کرتے ہیں ذرا ہیجان پیدا کرنے کے لئے نعرہ بازی کے شوق میں لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ اللہ اکبر اور ذکر اللہ اکبر دراصل ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ اس کی کبریائی کو سمجھنے کے لئے اس کی صفات پہ غور ضروری ہے اور جوں جوں ان صفات پر غور میں آپ آگے بڑھتے ہیں آپ کے اندر سے ایک خدا کے وجود کا تصور ابھرتا ہے اور آپ کا خدا اتنا ہی ہے کسی کا کم خدا ہے کسی کا زیادہ ہے اور بظاہر سب کا ہے۔ تو یہ جو خدا کی صفات میں یہ مضمون ہوتا ہے کہ "انی قریب" (البقرہ: ۱۸۷) میں قریب بھی ہوں اور پھر یہ کہ میں سب سے زیادہ دور بھی ہوں، اتنا بلند تر ہوں کہ وہاں تک کسی کا تصور بھی نہیں پہنچ سکتا۔ ظاہر بھی ہے اور باطن بھی ہے، دکھائی بھی نہیں دیتا۔ قرآن کریم ایسی کتاب ہے جو کتاب مبین ہے۔ کھلی کھلی ہے اور ایسی کتاب ہے جو "مکنون" ہے جو چھپی ہوئی ہے۔ اس تک کوئی پہنچ ہی نہیں سکتا۔ تو سارے مضامین میں دراصل تضادات نہیں ہیں بلکہ مختلف پہلو ہیں۔

پس خدا تعالیٰ ایک شخص کے لئے ایک چیز، ایک وجود کے طور پر تعلق جوڑتا ہے مگر اتنا ہی جوڑتا ہے جتنا وہ چاہتا ہے۔ اور جس صفت میں آپ اپنا تعلق بڑھائیں گے اس صفت کے اعتبار سے خدا آپ پر مزید روشن ہوتا چلا جائے گا اور بلند تر اور بڑا ہوتا چلا جائے گا عظیم تر ہوتا چلا جائے گا۔ پھر ایک اور صفت پہ آپ غور کریں تو اسی پہلو سے خدا تعالیٰ نئے جلووں کے ساتھ آپ کو پھیلتا ہوا اور عظمتیں اختیار کرتا ہوا دکھائی دے گا۔ اتنا ہی ہے جو ہے وہ، جس کی کنہہ کو ہم نہیں جانتے مگر ہر انسان کے لئے اتنا ہو جاتا ہے جتنا اس میں طاقت ہے جتنا اس میں استطاعت ہے۔ تو ہر انسان کا ظاہری عالم بھی الگ ہے اور اندرونی عالم بھی الگ الگ بنتا ہے۔ ایک خدا ہوتے ہوئے بھی درحقیقت وہ ہر انسان کے ایک الگ خدا کے طور پہ اس میں ظاہر ہو رہا ہے لیکن ہے ایک ہی۔ تو یہ کوئی فلسفی کی باتیں نہیں ہیں یہ وہ حقائق ہیں جن کو قرآن کریم نے بیان فرمایا اور حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے مختلف نصیحتوں اور مثالوں میں ہم پر روشن فرمایا ہے۔ عالم الغیب پہ ایمان لانا اس لئے بھی ضروری ہے کہ اس سے انسان کو اپنے مستقبل پر، اپنی کوششوں پہ یقین پیدا ہوتا ہے۔ اگر انسان کو پتہ ہو کہ جو کچھ میرے سامنے ہے بس وہی کچھ ہے تو مزید کی جستجو کے لئے توجہ ہی پیدا نہیں ہو سکتی۔ یہ لوگ جن کو آپ بظاہر بے ایمان سمجھتے ہیں ان کو اگر فائدہ پہنچا ہے تو لاشعوری طور پر یہ عالم الغیب بننے کی کوشش کر رہے ہیں۔ یہ یقین ہو چکا ہے کہ غیب میں بہت کچھ ہے اور اتنے سے خدا کو جان کر جو عالم الغیب ہے اس کے ایک حصے سے متعارف ہو کر انہوں نے اتنے خزانے پا لئے ہیں کہ وہ لامتناہی نظر آتے ہیں، ساری دنیا پر حکومت کر گئے ہیں۔ تمام دنیا کی دولتیں سمیٹ چکے ہیں۔

اور اس مضمون کو قرآن کریم انہی معنوں میں بیان فرما رہا ہے کہ غیب

(باقی صفحہ نمبر ۱۰ کالم نمبر ۳ اور ۴ پر)

قسط نمبر ۲

جواب ہو تو ایسا

(سید رشید احمد سونگڑوی ——— جمشید پور)

۱۔ قبر مسیح کہاں ہے

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مہدی کا ایک منصب کاسر صلیب تھا۔ چنانچہ قصر اسلام کے احیاء کے لئے کسر صلیب کرنا ضروری تھا۔ اور حضرت امام مہدی علیہ السلام ہردم اس فکر میں رہتے تھے کہ ہمارا اور نصاریٰ کا جلد فیصلہ ہو جائے۔ اس غرض کے لئے آپ نے زندگی بھر جہاد کیا اور آخری تقریر (۲۵ رمئی ۱۹۰۸ء بمقام لاہور) میں فرمایا تھا کہ "عیسیٰؑ کو مرنے دو کہ اس میں اسلام کی حیات ہے۔ ایسا ہی عیسیٰ موسوی کی بجائے عیسیٰ محمدی کو آنے دو کہ اس میں اسلام کی عظمت ہے"

(تاریخ احمدیت جلد سوئم صفحہ ۵۴۶ طبع دوئم ملفوظات جلد دہم)

مگر اسلام کے کچھ نادان دوست جو علماء کہلاتے تھے وہ بہر صورت مسیح ناصری کی حیات جسمانی کے نہ صرف قائل تھے بلکہ عجیب وغریب اور نامعقول دلائل دیتے رہتے تھے یا لغو مطالبے کرتے تھے چنانچہ ایسا ہی ایک واقعہ خالد احمدیت حضرت مولانا ابو العطاء جالندھری ۱۹۰۴ - ۱۹۷۷ء کے ساتھ پیش آیا تھا جب آپ مبشر اسلامی کی حیثیت سے حیفہ فلسطین میں کام کر رہے تھے۔ ایک غیر احمدی عالم شیخ عبداللطیف العبوسی اپنے چند شاگردوں کے ساتھ اچانک احمدیہ دارالتبلیغ میں آگئے اور سوال کیا: "آپ وفات مسیح کے قائل ہیں بتائیں ان کی قبر کہاں ہے؟ (اس پر حضرت مولانا ابو العطاء صاحب نے فرمایا) میں سمجھ گیا کہ یہ محض جھگڑے کے لئے آئے ہیں تحقیق مقصود نہیں ہے اس لئے میں نے کہا کہ جناب عالی ہمیں ان کی قبر سے کیا سروکار ہے کیا ہم نے اس قبر کی عبادت کرنی ہے! اس پر شیخ صاحب نے اپنے شاگردوں کی طرف معنی خیز نظر سے دیکھا اور مجھے کہا کہ نہیں ہمیں اس سوال کا جواب متعین مطلوب ہے میں نے پھر کہا۔ جب قرآن مجید نے حضرت مسیح کی وفات کا ذکر فرمایا ہے تو ہمارے لئے یہ کافی ہے ہمیں وفات مسیح پر ایمان لانا چاہیئے قبر ان کی کہاں ہے اس کا علم ضروری نہیں آیئے میں قرآن پاک سے وفات مسیح ثابت کر دیتا ہوں۔ اس پر شیخ صاحب اور تیز ہو گئے اور کہنے لگے کہ میں تو صرف یہ جاننا چاہتا ہوں کہ آپ ہمیں مسیح کی قبر کی نشاندہی کریں ہم اور کوئی بات کرنا نہیں چاہتے۔ پھر شاگردوں سے کہنے لگے کہ کیا میں نے یہ نہ کہا تھا کہ قادیانی مبلغ اس سوال کا جواب نہ دے سکے گا۔

پھر اپنے طلباء سے پوچھا کہ تم نے الخلیل شہر دیکھا ہے۔ وہاں نبیوں کی قبریں دیکھی ہیں انہوں نے اثبات میں جواب دیا۔ شیخ صاحب نے کہا کہ وہاں مسیح کی قبر ہے۔ طلباء نے کہا کہ نہیں۔ اس پر استاد نے کہا اِذَنْ هُوَ حَيٌّ فِي السَّمَاءِ يُرْزَقُ کہ تب ماننا پڑے گا کہ مسیح آسمان پر زندہ ہیں۔ پھر شیخ نے مجھے کہا کہ آپ کو ضرور بتانا چاہیئے کہ مسیح کی قبر کہاں ہے۔ ہم اور بات نہ کریں گے۔ جب بات اس مرحلہ تک پہنچ گئی تو میں نے کہا اگرچہ یہ ضروری سوال نہیں اور قرآن مجید کے اعلان وفات مسیح کے بعد ہم پر قبر کی نشاندہی کی ذمہ داری نہیں ہے لیکن آپ کی ضد توڑنے کے لئے میں کہتا ہوں۔

اِنَّ قَبْرَ عِيسَىٰ فِي جَنْبِ قَبْرِ نُوحٍ کہ حضرت مسیح کی قبر حضرت نوحؑ کی قبر کے پہلو میں ہے اس پر شیخ بھی اور شاگرد بھی میرے منہ کی طرف دیکھنے لگ گئے اور پوچھنے لگے اَيْنَ قَبْرُ نُوحٍ کہ نوح کی قبر کہاں ہے؟ میں نے کہا کہ مسیح کی قبر کے دائیں جانب۔ وہ اور حیران ہوئے۔ میں نے طلباء سے پوچھا کہ کیا الخلیل میں تم نے نوحؑ کی قبر دیکھی ہے انہوں نے کہا کہ نہیں۔ میں نے کہا۔ اِذَنْ هُوَ حَيٌّ فِي السَّمَاءِ يُرْزَقُ تب پھر نوح بھی آسمان پر زندہ ہوں گے۔ اب اس الزامی جواب پر شیخ عبد اللطیف العبوسی بھی ششدر رہ گئے"

(برہانِ ھدایت جلد دوئم صفحہ ۲۴۱-۲۴۲ مولفہ عبد الرحمٰن مبشر ڈیرہ غازی خاں)

۲۔ خاتم النبیین کی تشریح اور مولانا قاسم نانوتویؒ

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دار العلوم دیوبند کا عقیدہ جماعت احمدیہ مسلمہ کے عقیدہ کے مطابق یہ تھا کہ "بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا"۔ یہ بات حضرت مولانا نے اپنی تصنیف تحذیر الناس صفحہ ۲۸ میں لکھی ہے۔ مگر اب دیوبندی مکتبہ فکر کے لوگ اس عقیدہ سے فرار کے لئے ہر قسم کے عذر پیش کرتے رہتے ہیں۔ جس قدر شرافت سے جماعت احمدیہ کی طرف سے ان کو سمجھایا جاتا ہے ویسا تو کوئی نہ سمجھا سکے گا۔ چنانچہ دیوبندی علماء اس فقرہ کے لفظ "بالفرض" سے سہارا لینے کی کوشش کرنے پر بریلوی عالم سخت گرفت کرتے ہیں چنانچہ کتاب "چراغ سنت" کے مصنف دیوبندی کے ایسے ہی عذر کو مدنظر رکھتے ہوئے جواب میں لکھتے ہیں

"مولوی قاسم کی عبارت یہ ہے:-

بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ بھی فرق نہیں آئے گا۔

غور کیجیئے بالفرض اگر نبی پیدا ہو تو حضور کی خاتمیت میں فرق آئے گا یا نہیں اگر آپ کہیں نہیں آئے گا تو غلط ہے کیوں اس لئے کہ:

(۱) بالفرض اگر مصنف چراغ سنت کی دو آنکھیں نکال دی جائیں تو پھر بھی ان کی بینائی میں کچھ فرق نہیں آئے گا؟

(۲) بالفرض اگر مصنف چراغ سنت کے سر کو جسم سے جدا کر دیا جائے تو پھر بھی ان کے زندہ رہنے میں کچھ فرق نہیں آئے گا؟

(۳) بالفرض اگر مصنف چراغ سنت اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں تو پھر بھی ان کے نکاح میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔

(۴) بالفرض اگر مصنف چراغ سنت زنا کریں تو پھر بھی ان کی پاکدامنی میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔

تو جناب فرمائیے فرق آئے گا یا نہیں۔ تو اعتراض ان لفظوں پر ہے کہ فرق نہیں آئے گا اور یہی مولوی قاسم کہتے ہیں۔

بالفرض حضور کے بعد بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدیہ میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔

تو فرض کا لفظ ان تمام مثالوں میں موجود ہے۔ جو قابل اعتراض نہیں ہے قابل اعتراض لفظ یہ بھی کچھ فرق نہیں آئے گا۔

ہم کہتے ہیں اور ساری دنیا کے انسان کہتے ہیں کہ بالفرض حضور کے بعد کوئی نبی پیدا ہو تو خاتمیت محمدیہ میں ضرور فرق آئے گا کیونکہ اس صورت میں حضور آخری نبی نہیں رہیں گے۔ اور مولوی قاسم کہتے ہیں بالفرض حضور کے بعد نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدیہ میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔

(رسالہ رضوان یکم فروری ۱۹۵۷ء بحوالہ مقام خاتم النبین صفحہ ۶۸-۶۹)

(۳)
نبوت کی نعمت کے لئے دعا

جماعت احمدیہ کے بعض مخالفین ختم نبوت کے عقیدہ کی تشریح جو کرتے ہیں اسے ایک شاعر نے اس طرح پیش کیا ہے ؎

اٹھو کفر کے آج دریا بہا دو
صداقت شرافت کو یکسر مٹا دو

فقیروں کو پیروں کو کچھ نہ کہو تم
بنے جو نبی اس کو ایسی سزا دو
جدھر جائے لوگ اس پہ پتھر چلائیں
خلاف اس کے اک آگ ایسی لگا دو
کسی کو نہ سننے دو تم اس کی باتیں
اگر کچھ کہے شور فوراً مچا دو
نبی بند دجال آتے رہیں گے
سبق قیمتی یہ جہاں کو پڑھا دو
ہو دنیا میں شیطان کا بول بالا
نبوت کی کھڑکی پہ تالے لگا دو
جو دجال آئیں سر آنکھوں پر آئیں
نبی آئیں تو ایک فتنہ اٹھا دو

اس عقیدہ کے جواب میں ایک احمدی شاعر نے لکھا کہ

فیضان خدا وند جس رستے ہیں کبھی بند؟
جو بند کیا حق نے اسے کھول لیا ہے
نہ معلوم کی خفی بندے نے شرک جلی بند
القصہ پر اک قسم کی سب راہیں کھلی ہیں
اک بند ہے اُن پر تو فقط راہ نبی بند
ان سادہ مزاجوں سے کوئی اتنا تو پوچھے
فیضان خدا وند کبھی ہوتے ہیں کبھی بند؟
جب آپ کو تسلیم ہے قرآن کی بدولت
صدیقی ہیں، شہداء ہیں، صالح نہ ولی بند
کیوں کوثر ہوگی دین ہے اجر تسنیم
جب تشنہ لبوں کی ہیں تشنہ لبی بند
کیوں حیلہ فیض کو بند ہیں آپ کرتے
اب تک نہیں دنیا میں اگر نور نبی بند
کافر کیلئے گشادہ ہیں اگر قہر کے کوچے
مومن پہ ہوئی کس لئے رحمت کی گلی بند
شیطان کی راہزنی باقی ہے ابا تک
کس وقت ملائک کی ہوئی راہبری بند
مغضوب کی ضالین کی آمد ہے مسلسل
انعمت علیہم کی ہوئی کب سے رسی بند

چنانچہ جب احمدی عالم نے ایک غیر احمدی مناظر کو سمجھایا کہ سورۃ الفاتحہ کی دعا سے فیضان نبوت حاصل ہوتا ہے تو اس نے عجیب و غریب استدلال کرتے ہوئے کہا۔ "آپ نے اھدنا الصراط المستقیم سے اجرائے نبوت ثابت کی خدا کا شکر ہے قُل ھو اللہ سے ثابت نہ کر سکے اجی جناب اس آیت کے اگر یہی معنے ہیں کہ اے اللہ ہم کو نبی بنا دے تو پھر خود حضور صلعم نبی بن کر یہ دعا کیوں مانگتے رہے کیا ان کو اور نبی بننا تھا۔ عورت خنثیٰ مشکل، مجنون، پاگل مراقی، مسلسل بول والا۔ بچہ بھی اس آیت کو پڑھتے ہیں۔ کیا ان کو نبی بنا ہے۔" مناظرہ یادگیر۔ دیادگار یادگیر صد ۲۹

اس پر احمدی عالم نے جواب دیا۔

" آپ نے لکھا ہے کہ اھدنا الصراط المستقیم" کی دعا تو عورتیں وغیرہ بھی پڑھتی ہیں تو اگر یہ دعا قبول ہوگی تو کیا عورتیں بھی نبی بن جائیں گی؟ ہمیں اس عقل و دانش پر حیرت آتی ہے کیا آپ اتنا بھی نہیں جانتے کہ شادی شدہ جوڑا اولاد کے لئے دعا کرتا اور آپ نے بھی بارہا اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے دعا مانگی ہوگی کہ اے خدا مجھے بچہ دے تو کیا اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ آپ کی بیوی کی بجائے خود آپ کے پیٹ سے بچہ پیدا ہو جائے! بات یہ ہے کہ دعا کی قبولیت دیکھا ظاہر ہوتی ہے جو اس کا مورد اور محل ہو۔

مناظرہ یادگیر۔ یادگار یادگیر صد
(باقی آئندہ)

چندہ وقف جدید

وقف جدید کے سال رواں ۱۹۹۵ء میں آٹھ ماہ گزر چکے ہیں لیکن تاحال بعض جماعتوں کی طرف سے وعدہ جات موصول نہیں ہوئے ہیں اس لئے بذریعہ اعلان ھذا متعلقہ عہدیداروں سے درخواست ہے کہ وہ وعدہ جات کی فہرست جلد دفتر کو بھجوائیں اور ساتھ ہی اپنی اپنی جماعتوں کے ذمہ جس قدر چندہ وقف جدید قابل وصول ہے اسے وصول کرکے دفتر وقف جدید قادیان کو ارسال فرمادیں۔

ایسے افراد جماعت یا ایسے نومبایعین جو اب تک وقف جدید کی تحریک میں شامل نہیں ہیں انہیں بھی حسب توفیق شامل کرکے دفتر کو مطلع فرمادیں۔ اللہ تعالیٰ جملہ عہدیداران جماعت اور افراد جماعت کو اس کی توفیق دے۔ آمین

(ناظم وقف جدید)

بقیہ خطبہ جمعہ صد ۸

کا علم دراصل خزائن کا علم ہے تو اس غیب کے علم کو کوئی معمولی بات نہ سمجھو۔ اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو مخاطب کرکے فرمایا "قل لا املک لنفسی نفعاً ولا ضراً الا ماشاء اللہ"

(الاعراف: ۱۸۹)

تو ان سے کہہ دے کہ ذاتی طور پر تو میں اپنے لئے نہ کوئی ذرہ بھر بھی فائدے کا سامان رکھتا ہوں نہ نقصان کی طاقت رکھتا ہوں مگر وہی جتنا خدا مجھے عطا فرماتا ہے اور اگر تم غیب کی بات کرتے ہو تو "ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر" (الاعراف: ۱۸۹)۔ اگر میں غیب کا علم رکھتا تو بے شمار دولت اکٹھی کر سکتا تھا۔ اب غیب کا دولت اور خزانے سے کیا تعلق ہے۔ یہ ایک مضمون ہے جس سے متعلق اب تو وقت نہیں مگر آئندہ پھر انشاء اللہ جب میں شروع کروں گا تو زیادہ نسبتاً تفصیل سے بتاؤں گا۔

اسی مضمون کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

"ولا اقول لکم عندی خزائن اللہ ولا اعلم الغیب" (الانعام: ۵۱)

تو کہہ دے کہ میں یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں" ولا اعلم الغیب" اور میں غیب کا علم بھی نہیں رکھتا۔ تو حقیقت میں غیب کا علم اور خزائن ایک ہی چیز کے دو نام ہیں اور مغربی دنیا کے سائنسدانوں نے جتنی جستجو کی ہے، غیب میں کی ہے۔ اور جتنا وہ غیب زیادہ گہرا تھا اتنا ہی ان کی جستجو نے ان کے لئے زیادہ خوائد مہیا کر دئے ہیں۔ ایک چیز جو دنیا میں کسی کو علم نہ ہو اب تک جن کا علاج ہے یہ غیب ہی ہے۔ اگر آپ کو کامل یقین ہو کہ خدا نے بتایا ہر بیماری کی ایک دوا ہے بنائی گئی ہے جن کا مزید علاج ہے اور آپ غیب میں جستجو کریں اگر اس کے قوانین کے تابع جتنا بڑا غیب ہے اتنا ہی اس کو دریافت کرنے والا اکثر زیادہ امیر ہو جائے گا اور یہی وجہ ہے کہ بے انتہا احتیاطیں برتی جاتی ہیں انڈسٹریل SECRET کے لئے۔ ان کے سائنسدان غیب کی خبر معلوم کرتے ہیں اور اس کو خوب چھپا کے رکھتے ہیں۔ ان کو پتہ ہے دولت ہی دولت ہے۔ یہ راز پتہ لگ گیا باقیوں کو تو وہ برابر کے شریک ہو جائیں گے۔

تو غیب کا علم ہی خزائن کا علم ہے۔ اس بات سے محروم آپ کو خزائن سے محروم رکھے گی۔ پس اللہ تعالیٰ کی صفات پر غور کرنا کوئی صوفیانہ، کوئی ذہنی چسکے نہیں ہیں، یہ زندگی کی اشد ترین ضرورت ہے۔ روحانی بقاء اس کے بغیر حقیقت میں ممکن ہی نہیں ہے اگر ہے تو معمولی سی زندگی ہے۔ ساری زندگی کی منازل اوپر پڑی ہوئی ہیں۔ پس اس پہلو سے جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے ساری عمر تو اب صرف اس طرز پر بیان نہیں ہوسکتی بات۔ لیکن جو بھی بات بیان ہوگی آئندہ کسی اور حوالے سے بھی انشاء اللہ اس میں دراصل صفات الٰہی کی جھلکیوں کے بغیر جان ہی نہیں پڑ سکتی۔ خلاصہ زندگی کا اور روحانی زندگی کا صفات الٰہی ہیں۔ پس باقی انشاء اللہ آئندہ خطبے میں خدا نے جو توفیق عطا فرمائی۔

ساتویں مجلس مشاورت بھارت بتاریخ ۲۹ دسمبر ۹۵ء

سیدنا حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی منظوری سے مطلع کیا جاتا ہے کہ جماعت ہائے احمدیہ بھارت کی ساتویں مجلس مشاورت مورخہ ۲۹ دسمبر ۹۵ء کو منعقد ہوگی۔

جماعتیں اپنی تجاویز مجلس عاملہ میں منظوری کے بعد ۳۱ اکتوبر تک سیکریٹری مجلس مشاورت کے نام بھجوادیں۔ نیز شوریٰ کے نمائندگان کا بھی اجلاس عام میں انتخاب کرکے ۳۰ نومبر تک منتخب نمائندوں کے اسماء سے بھی اطلاع دیگر ممنون فرمادیں۔

(سیکریٹری مجلس مشاورت بھارت)

بقیہ صفحہ نمبر ۱

ممالک ہیں جہاں پانی کا مسئلہ ہے تو دنیا کی اکثر آبادی پانی کے مسئلے سے دوچار ہے اور یہ بظاہر ترقی یافتہ اکثریت پانی کا ذکر ہی نہیں کرتی اور قرآن کہتا ہے کہ اس کے ذکر کے بغیر اس آغاز کی جنت کی ابتدائی تعلیم کا نقشہ مکمل نہیں ہو سکتا جہاں سے مذہب سفر کا آغاز کرتا ہے۔ انسان اپنی سوچوں پر سوچوں کے ذریعہ جہاں سفر کا اختتام کرتا ہے اس سے بہت پہلے مذہب اپنے سفر کا آغاز اس منزل سے کر چکا ہے جو انسانی سوچ کی آخری منزل ہے۔ اور انسانی سوچ کی آخری منزل بھی نامکمل ہے اس میں جو تھا ضروری جزو شامل ہی نہیں ہے

شریف النفس یہودیوں اور عیسائیوں کی نجات کا مسئلہ

ایک دوست نے کہا:

سورۃ البقرہ کی ۶۳ ویں آیت

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَادُوْا وَالنَّصٰرٰی وَالصّٰبِئِیْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝

یعنی جو شخص رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور وہ لوگ جو یہودی ہیں صابی ہیں اور عیسائی ہیں ان میں سے جو اللہ اور آخرت پر ایمان لائے اور نیک اعمال بجا لائے کسی کو دکھ نہ دے، شرفاء میں سے ہو اللہ تعالیٰ ان کا اجر عطا فرمائے گا یعنی وہ جنت میں جائیں گے اس پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہودی عیسائی اور صابی جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں مانتے لیکن بہت شریف النفس ہیں کسی کو گالی نہیں دیتے کچھ نہیں کرتے تکذیب کا مطلب ہے مانتے تو نہیں لیکن وہ شریف ہیں تو کیا ان کی نجات ہو جائیگی۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے سائل سے دریافت فرمایا شرافت کا فیصلہ کون کریگا جواباً عرض کیا گیا کہ اللہ فیصلہ فرمائے گا حضور نے فرمایا پھر یہ مسئلہ کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیں جس کو آپ شریف النفس سمجھتے ہیں اس کا تو حال یہ ہے کہ قرآن کریم فرماتا ہے "فلا تزکوا انفسکم ھو اعلم بمن اتقیٰ" (سورہ النجم: ۳۳)

تم اس بات کی اہلیت نہیں رکھتے کہ اپنے وجود اور اپنے نفس کی پاکیزگی کا اعلان کر سکو۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ کون زیادہ متقی ہے اور کون نیک ہے۔ جب انسان اپنے حال سے بے خبر ہے اور فتویٰ دینے کی اہلیت نہیں رکھتا تو دوسری قوموں اور دوسرے لوگوں پر فتوے جاری کر دینا اچھی بات نہیں۔

حضور انور نے فرمایا قرآن کریم نے جو مضمون بیان فرمایا ہے وہ اتنا کامل ہے کہ اس میں کمی رہنے کا کوئی سوال ہی نہیں رہا۔ سورہ بقرہ اور سورہ مائدہ کی دونوں آیات میں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان کا ذکر شروع کیا اور پھر اللہ اور یوم آخرت پر زور دیا جاتا ہے پر کامل ایمان لاتا ہے اور آخرت پر یقین لاتا ہے وہ وہ انتہاؤں کے درمیان جکڑا گیا ہے اس سے بداعمالی سرزد ہو ہی نہیں سکتی اور عمل صالح میں اس بات کی تاکید فرما دی کہ اگر سچا ایمان لاتا ہے تو عمل صالح ضروری ہے اور عمل صالح میں خدا کا پیغام جب بھی آئے قبول کرنا شامل ہے قرآن کریم نے ہر جگہ عمل صالح کی جو تعلیم دی ہے اسکو ایمان کے ساتھ باندھا ہوا ہے اور کوئی شخص جو خدا کی آواز سنتا ہے اور اس کو قبول نہیں کرتا وہ نہ ایمان لانے والوں میں شمار ہو گا نہ عمل صالح والوں میں شمار ہو گا۔

پس اس مضمون کی بہت باریکیاں ہیں ورنہ اگر سرسری نظر سے آپ دیکھیں تو اس آیت سے اس کا ٹکراؤ ہو جائیگا جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "ان الدین عند اللہ الاسلام" (آل عمران: ۲۰) دوسری جگہ فرمایا "ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ" (آل عمران: ۸۶) وہاں اسلام کا معنی بھی دراصل سچی فرمانبرداری اور سپردگی ہے اور وہ ان آیات کے منافی نہیں بلکہ ان کے مضمون پر مزید روشنی ڈالتا ہے پس جو شخص خدا کی نظر میں ایسا ہو کہ اس نے اپنی توفیق اور اہلیت کے مطابق جس چیز کو بھی خدا سے سمجھا ہے اسکو قبول کیا ہے اب بتائیں خدا کو کیا حق ہے کہ اسکی اپنی صفت کو جس طرح وہ بیان کرتا ہے ان صفات والے خدا کو کیا حق ہے کہ اسکو عذاب دے۔ تو یہی وہ کہہ رہا ہے اور دوسری جگہ فرماتا ہے "لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا" (البقرہ: ۲۸۷) اللہ کسی کو اس کی توفیق سے بڑھ کر عذاب نہیں دیگا، سزا نہیں دیگا، بوجھ نہیں ڈالیگا پس یہاں توفیقیں کھول کر بیان فرما دیں۔ ان توفیقات کے اندر جو شخص رہتا ہے وہ سزا نہیں دیا جائے گا بشرطیکہ جس پر ایمان لاتا ہے اس پر سچا ایمان لاتا ہے۔ اللہ اور یوم آخرت میں جزاء کا تصور آتا ہے۔ یہ یقین رکھتا ہے کہ جو میں عمل کر رہا ہوں ان پر باز پرس ہوگی ایسا آدمی دونوں جہانوں میں جکڑا گیا ہے۔ اس بیچارے کو اگر غلطیاں کرتا بھی ہے تو فوراً غلطیوں کا اعتراف اور توبہ و استغفار میں لگ جاتا ہے اور نفس لوامہ کا مضمون شروع ہو جاتا ہے۔ پس جس انسان پر یہ حالات صادق آئیں اس کے متعلق یہی فتویٰ ہو سکتا ہے "فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون" ان کو نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ کوئی غم کریں گے۔

(باقی)

بقیہ اداریہ ص ۲

اب جب ہم میدان جہاد میں کود ہی پڑے ہیں اور ہر سال یہ میدان وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا جا رہا ہے تو ہمیں دشمن کی ہر گالی پر ہر دُکھ پر ہر بار اور ہر وار پر پہلے سے بڑھ کر صبر کا نمونہ دکھانا ہے۔ پہلے سے بڑھ کر اپنے مولا کے حضور آنسوؤں کی بارش برسانی ہے۔ تاکہ آسمان سے اس کے فضلوں کی بارشیں ہم پر نازل ہوں۔ اور تمام دنیا خدا کے فضلوں کی بارش کے نتیجہ میں سرسبز و شاداب ہو جائے ہر طرف حقیقی اسلام ہو ہر طرف حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی فتح کے جھنڈے گڑے ہوئے ہوں۔

یہ سفر لمبا ہے، صعوبتوں سے پُر ہے ممکن ہے کہ کچھ تھک جائیں پریشان ہو جائیں لیکن ان سب کو بھی ساتھ لے کر چلنا ہے۔ صبر کا دامن جہاں عزم دل کے لئے وسیع کرنا ہوگا وہیں اپنوں کو بھی صبر سے ساتھ لے کر چلنا ہوگا۔ سیدنا حضرت اقدس مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے اس تعلق میں کیا خوب فرمایا ہے۔

کام مشکل ہے بہت منزل مقصود ہے دُور
اے مرے اہل وفا سست کبھی گام نہ ہو

اللہ ہم سب کو اپنے پیارے آقا کی راہنمائی میں اس عظیم روحانی جہاد میں صبر و استقامت کے ساتھ دوڑنے کی توفیق عطا فرمائے اس ضمن میں حضور انور نے درج ذیل دُعا کی طرف بھی توجہ دلائی ہے جس کا پڑھنا ہر مومن کے لئے ضروری ہے۔

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ

اے اللہ تو اپنی تعریف کے ساتھ پاک ہے اے اللہ تو میرے گناہوں کو بخش دے۔ آمین۔

(منیر احمد خادم)

تقریب نکاح و رخصتانہ: لندن ۲۱ جولائی سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے مسجد فضل لندن میں بعد نماز عصر عزیزہ امۃ الشکور بنت مکرم عبد الوہاب بن آدم صاحب امیر و مبلغ انچارج گھانا کا نکاح مکرم عبد المہیمن کریم صاحب ابن مکرم عبد الکریم صاحب آف یوگینڈا کے ساتھ پڑھایا۔ بعد ازاں محمود ہال میں رخصتانہ کی ایک تقریب منعقد ہوئی اور ہفتہ کے روز بعد دوپہر محمود ہال ہی میں دعوت ولیمہ کا اہتمام کیا گیا۔ ہر دو تقریبات میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ نے ازراہ شفقت شرکت فرمائی اور دعا کروائی۔ اللہ تعالیٰ یہ رشتہ جانبین کیلئے دینی و دنیاوی ہر لحاظ سے بابرکت فرمائے۔ آمین

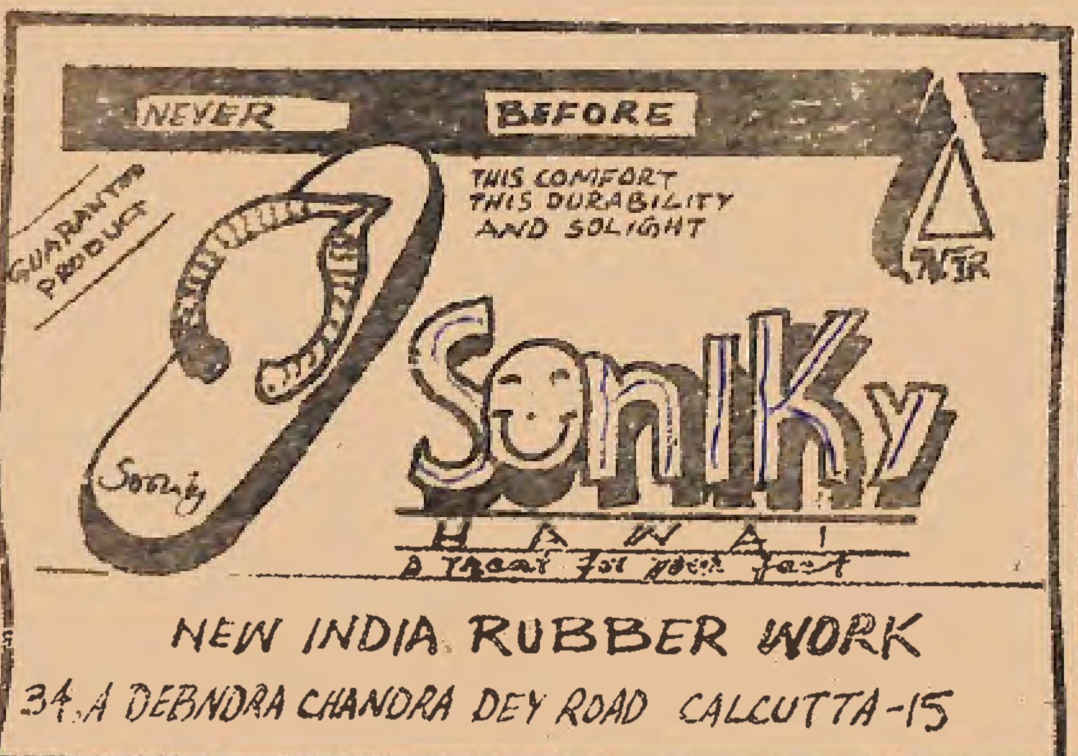

مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ کے پروگرام ملاقات سے

مجلس سوال و جواب

مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ انٹرنیشنل کے پروگرام "ملاقات" مورخہ ٢٧ جنوری ١٩٩٥ء میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بعض عمومی سوالات کے جوابات دیئے۔ علم و عرفان سے معمور یہ دلچسپ سلسلہ سوال و جواب ادارہ الفضل انٹرنیشنل کے شکریہ کے ساتھ افادہ احباب کے لئے ذیل میں پیش کر رہا ہے۔ اسے مکرم یوسف سلیم ملک صاحب نے مرتب کیا ہے۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء (ادارہ)

جنت نظیر معاشرہ کی بنیادی تعلیم

سورہ طٰہٰ کی آیت ١١٩، ١٢٠ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "ان لک الا تجوع فیھا ولا تعریٰ۔ انک لا تظمؤ فیھا ولا تضحیٰ" یقیناً اس جنت میں تیرے لئے مقدر ہے کہ تو بھوکا نہ رہے اور تو ننگا نہ رہے اور نہ تو پیاسا رہے اور نہ دھوپ میں جلے۔ اور تفسیر صغیر کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب سے پہلی تعلیم ہے جو آدم کو ملی تھی یعنی تیری حکومت کا قانون ایسا ہو کہ اس کا اس اس طرح نتیجہ نکلے۔ تو اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مغربی ممالک میں جو سوشل سیکیورٹی اور BENEFIT SYSTEM ہے یہ اسلام میں کسی وقت جاری ہوا تھا یا جاری ہونا چاہیئے تھا۔ سوال یہ ہے کہ عملی طور پر اس کا نفاذ کہاں پایا جاتا ہے۔

حضور نے فرمایا یہ دونوں آیتیں مل کر ایک مضمون مکمل کر رہی ہیں اس لئے ایک کو دوسری سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ اسلام میں تو جاری ہے ہی۔ قرآن کریم فرماتا ہے "فیھا کتب قیمۃ" (البیّنۃ:۴) وہ تمام تعلیمات جو اس سے پہلے گزر چکی ہیں جو اپنی ذات میں قیمۃ ہیں وہ ایسی ہیں کہ ان کو دور کرنے کی کوئی وجہ نہ ہو اور اپنی ذات میں اس میں ٹھہراؤ پایا جاتا ہو اور دقانہ پایا جاتا ہو وہ تمام تر تعلیمات قرآن کریم میں موجود ہیں۔ اور قرآن کا اسلوب یہ ہے کہ جب کبھی کسی پرانے نبی کی تعلیم کا ذکر کرتا ہے اگر اس کے منسوخ ہونے کا اعلان نہ کرے تو وہ تعلیم جاری ہو گی اس لئے یہ تعلیم قرآن کی تعلیم ہے ورنہ یہ تعلیم آپ کو کسی گذشتہ کتاب میں دکھائی نہیں دیتی۔ بائبل میں بھی نہیں ہے جہاں سے آدم کا ذکر چلا ہے۔ قرآن نے اسی تعلیم کا ذکر کیا ہے جس کو اپنایا ہے یا اگر کسی تعلیم کو رد کیا ہے تو دلیل سے رد کر دیا ہے پس یہ دراصل انسانی جنت نظیر معاشرہ کے آغاز کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ اور یہ عدل کا ذکر ہے اور اس کے بعد اسلامی تعلیم ترقی کرتے کرتے احسان اور ایتاء ذی القربیٰ میں بھی داخل ہو چکی ہے۔ مگر احسان ہو یا ایتاء ذی القربیٰ ہو، عدل کی بنیاد اپنی جگہ قائم رہتی ہے۔ اس کو "قیمۃ" کہا جاتا ہے اس بنیاد کے اوپر ہی تمام تعمیرات ہوتی ہیں اس کے بغیر تعمیر ممکن ہی نہیں۔ پس یہ وہ بنیادی تعلیم ہے جس میں آدم کی طرف جو اشارہ فرمایا گیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ اسلام کی امتیازی تعلیم نہیں۔ تمام دنیا کے مذاہب اگر سچے ہوں تو اس غرض کے لئے جدوجہد کریں کہ ان کے دائرہ میں نہ انسان بھوکا رہے نہ پیاسا رہے نہ بے چھت رہے اور نہ بغیر کپڑوں کے۔ تو یہ جو کمیونسٹوں کی طرف سے روٹی کپڑا اور مکان کا محاورہ چلا ہے یہ آج انہوں نے اپنی طرف سے ترقی یافتہ محاورہ بنا لیا ہے۔ اسلام اس کو آغاز کی تعلیم بتاتا ہے اور یہ لوگ ایک چیز کو MISS بھی کر گئے ہیں اور وہ پانی ہے اور یہ بہت اہم بات تھی کیونکہ اکثر غریب قوموں کا مسئلہ پانی کا مسئلہ بھی ہے صرف خوراک کا نہیں ہے۔ سارا افریقہ گندے پانی کی وجہ سے مصائب کا شکار رہا ہے اور بیماریوں میں مبتلاء ہے اور ہندوستان میں بکثرت بیماریاں گندے پانی کی وجہ سے پھیل رہی ہیں اور بھی کئی غریب (باقی مسلسل صفحہ ١٥ پر)

(باقی مسلسل صفحہ ١٥ پر)

بقیہ خلاصہ خطبہ جمعہ صفحہ اوّل

یہ بے مثل اعزاز اس وقت تک قائم رہے گا جب تک ہم ایمان میں ترقی کرتے رہیں گے۔ حضور نے فرمایا جو خالصۃً للہ قربانی کرتے ہیں ان کے مال بڑھائے جاتے ہیں تبھی وہ چندوں میں اور بڑھتے ہیں حضور انور نے چندوں میں سُست احباب کو توجہ دلائی کہ آج وہ جو خدا کے افضال کے پھل کھا رہے ہیں دراصل اپنے آباؤ اجداد کی قربانیوں کے نتیجہ میں کھا رہے ہیں۔ اسلئے لازم ہے کہ آج وہ بھی قربانیوں کے اس سلسلہ کو جاری رکھیں تاکہ یہی فیض ان کی اولاد میں بھی جاری رہے اسلئے اگر اور نہ سہی تو اپنی اولادوں پر رحم کر کے مالی قربانیوں میں آگے بڑھیں۔

طالبِ دُعا: محبوب عالم ابن محترم حافظ عبدالمنان صاحب مرحوم
M/s NISHA LEATHER
SPECIALIST IN: LEATHER BELTS, LEATHER LADIES AND GENTS BAG, JACKETS, WALLETS ETC.
19A, JAWAHAR LAL NAHRU ROAD
CALCUTTA - 700081

Star CHAPPALS
PHONE - 543105
WHOLESELLERS OF HIGH QUALITY LEATHER & RUBBER CHAPPALS
105/661, OPP. BLOCK NO 7, FAHIMABAD COLONY, KANPUR - 1
PIN - 208001

C.K. ALAVI RABWAH WOOD INDUSTRIES
MAHDI NAGAR, VANIYAMBALAM - 679339 (KERALA)
TIMBER LOGS SAWN SIZE
TEAK POLES & WOODEN FURNITURE

PH - 26-3287
PRIME AUTO PARTS
HOUSE OF GENUINE SPARES
AMBASSADOR & MARUTI
P, 48, PRINCEP STREET
CALCUTTA 700072

साप्ताहिक 'बद्र'

सम्पादक :-
मुनीर अहमद ख़ादिम
उप सम्पादक :-
मुहम्मद नसीम खान
क़रैशी मुहम्मद फ़ज़लुल्लाह

क़ादियान [पंजाब]

वर्ष 2 हिन्दी भाग 27 जुलाई 1995 अंक 31

पवित्र क़ुर्आन

दुआ

अल्लाह किसी पर भी उस की शक्ति से अधिक कोई ज़िम्मेदारी नहीं डालता । जो उस ने अच्छा काम किया हो वह उस के लिए (लाभदायक) होगा और जो उस ने बुरा काम किया होगा वह उसी पर (विपत्ति बन कर) पड़ेगा । वे यह भी कहते हैं कि) हे हमारे रब्ब ! यदि हम से कभी कोई भूल हो जाए अथवा हम ग़लती कर बैठें तो हमें दण्ड न दीजियो । हे हमारे रब्ब ! और तू हमारे ऊपर (उस प्रकार) ज़िम्मेदारी न डालियो जिस प्रकार तू ने उन लोगों पर डाली थी, जो हम से पहले हो चुके हैं हे हमारे रब्ब ! और इसी प्रकार हम से वह बोझ न उठवाना जिस के उठाने की हमें शक्ति नहीं और हमें क्षमा कर एवं बख़्श दे और हम पर दया कर, क्योंकि तू हमारा स्वामी है । अतः इन्कार करने वाले लोगों के मुक़ाबिले में हमारी सहायता कर ।

निस्सन्देह आसमानों तथा ज़मीन की सृष्टि में और रात-दिन के आगे-पीछे आने में बुद्धिमानों के लिए अनेक निशान हैं ।

(वे बुद्धिमान) जो खड़े और बैठे तथा अपने पहलुओं पर लेटे अल्लाह को याद करते रहते हैं और आसमानों तथा ज़मीन की सृष्टि के बारे में सोच-विचार से काम लेते हैं (तथा कहते हैं कि) हे हमारे रब्ब ! तूने यह (संसार) व्यर्थ पैदा नहीं किया । तू (ऐसे निरुउदेश्य काम करने से) पवित्र है । अतः तू हमें (नरक की) आग के अज़ाब से बचा (और हमारे जीवन को भी निरुउदेश्य बनने से बचा) ।

अभिमान

हज़रत अब्दुल्ला सुपुत्र मसूऊद (उल्लाह उन से राज़ी हो) वर्णन करते हैं कि हज़रत मुहम्मद मुस्तफ़ा सल्लअम ने फ़रमाया कि वह व्यक्ति जिस के दिल में कण मात्र भी अभिमान होगा वह स्वर्ग में दाख़िल नहीं हो सकेगा एक व्यक्ति ने निवेदन किया कि हे अल्लाह के रसूल ! मनुष्य चाहता है कि उस का कपड़ा हो, उस का जूता अच्छा हो (ता कि वह अच्छा लगे) । आप ने फ़रमाया कि यह अभिमान और घमंड करना नहीं क्योंकि अल्लाह तो स्वयं रुपवान और सुन्दर है और वह सुन्दरता को पसंद करता है । फ़रमाया "अभिमान यह है कि मनुष्य सच्चाई का इन्कार करे लोगों को तुच्छ और ज़लील समझे ।"

(मुस्लिम शरीफ़ किताबुल ईमान भाग 1 पृष्ठ 430)

विश्व के धर्म

"वे सभी सिद्धान्त जिन पर मुझे क़ायम किया गया है उनमें से एक यह है कि ख़ुदा ने मुझे सूचित किया है कि संसार में नबियों और पैग़म्बरों के द्वारा जितने धर्म फैल गए है और मज़बूती पकड़ गए हैं और पृथ्वी के एक भाग पर छा गए हैं तथा एक आयु पा गए हैं और एक युग उन पर बीत गया है, उनमें से कोई धर्म भी मौलिक रुप से झूठा नहीं और न उन नबियों में से कोई नबी झूठा है ।"

(रुहानी ख़ज़ायन भाग-12, पृष्ठ 256 तोहफ़ा क़ैसरिया)

"यह सिद्धान्त अत्यन्त प्यारा और शान्तिप्रद और मैत्री की नींव डालने वाला और चारित्रिक अवस्थाओं को सहायता देने वाला है कि हम उन सभी नबियों और पैग़म्बरों को सच्चा समझ लें जो दुनिया में आए, चाहे भारत में प्रकट हुए अथवा फारस में चीन में प्रकट हुए अथवा किसी अन्य देश में ; और ख़ुदा ने करोड़ो हृदयों में उनकी प्रतिष्ठा और महानता बिठा दी और उन के धर्म की जड़ क़ायम कर दी ।"

(रुहानी ख़ज़ायन भाग-12, पृष्ठ 256 तोहफ़ा क़ैसरिया)

अहमदिय्या सम्प्रदाय का भविष्य

"मैं पूर्ण निश्चय से कहता हूं कि मैं सत्य पर हूं और ख़ुदा तआला के फ़ज़ल से इस क्षेत्र में मेरी विजय है । जहाँ तक मैं दूर-दर्शी दृष्टि से काम लेता हूं तो मैं पूरे संसार को अन्ततः अपनी सच्चाई के बढ़ते हुए क़दमों के नीचे देखता हूं और निकट है कि मैं एक महान विजय पाऊं क्योंकि मेरी वाणी के समर्थन में एक अन्य वाणी बोल रही है और मेरे हाथ मज़बूत करने के लिए एक और हाथ चल रहा है, जिनको दुनिया नहीं देखती, किन्तु मैं देख रहा हूं । मेरे अन्दर एक दैवी आत्मा बोल रही है जो मेरे शब्द-शब्द और अक्षर-अक्षर को जीवन देती है । आसमान पर एक जोश और उबाल पैदा हुआ है कि जिसने एक पुतली की तरह इस मुश्त-ए ख़ाक (मिट्टी भर मिट्टी का पुतला) को खड़ा कर दिया है प्रत्येक वह व्यक्ति जिस पर तौबा (प्रायश्चित) का द्वार बन्द नहीं, निकट के भविष्य में देख लेगा कि मैं अपनी तरफ से नहीं हू । क्या उन नेत्रों में ज्योति है जो सत्यव्रती को नहीं पहचान सकतीं ? क्या वह भी ज़िन्दा है जिसको इस आसमानी आवाज़ (ईश्वरीय ध्वनि) का अनुभव नहीं ? "

(रुहानी ख़ज़ायन भाग-3 पृष्ठ 403 इज़ाला औहाम)

"निश्चयपूर्वक समझो कि यह ख़ुदा के हाथ का लगाया हुआ पौदा है ख़ुदा इसको कदापि नष्ट नहीं करेगा । वह राज़ी नहीं होगा जब तक कि उसको पूर्णता की चरम सीमा तक न पहुंचा दे वह सिंचाई करेगा और उसके चारों ओर बाड़ लगाएगा और आश्चर्यजनक उन्नति देगा । क्या तुमने कुछ कम ज़ोर लगाया ? अतः यदि यह मनुष्य का कार्य होता तो कभी का यह वृक्ष काटा जाता और उसका लेश मात्र भी शेष न रहता ।"

(रुहानी ख़ज़ायन भाग-11, पृष्ठ 64 अन्जाम-ए-आथम)

रसूले करीम का स्त्रियों से सद्व्यवहार

स्त्री जाति से सद्व्यवहार का आपको विशेष ध्यान था आपने संसार में सर्व प्रथम स्त्री को सम्पत्ति का अधिकारी और स्वत्वों में भागीदार बनाया । अस्तु पवित्र क़ुर्आन में लड़के और लड़कियां, पिता और माता की सम्पत्ति के भागीदार नियत कर दिए गए है । इसी प्रकार मातायें तथा पत्नियां, पुत्रों तथा पतियों की सम्पत्ति के भागीदार बनाए गए है तथा कुछ परिस्थितियों में बहने भी अपने भाइयों की सम्पत्ति की भागीदार नियत कर दी गई हैं ।

(शेष पृष्ठ 2 पर)

इस्लाम से पूर्व किसी भी धर्म ने स्त्री जाति के इस अधिकार को इस प्रकार स्पष्ट रूप में स्थापित नहीं किया। इस्लाम की शिक्षानुसार एक स्त्री अपने धन की स्वामिनी है और उसके पति को अधिकार नहीं कि पति होने के नाते उसके धन में हस्तक्षेप करे स्त्री अपने धन पर पूर्ण रूप से सर्वप्रकार के अधिकार रखती है। हज़रत पैग़म्बरे इस्लाम स्त्री जाति का इतना आदर किया करते कि अरब लोग जो इस शिष्टाचार से सर्वथा अनभिज्ञ थे, यह बात देखकर विस्मित होते थे। हज़रत उमर का कथन है कि मेरी स्त्री कभी मेरी बात काटती तो मैं उसको डांट दिया करता था और कहा करता था कि अरब लोगों ने कदापि स्त्री को यह अधिकार नहीं दिया कि पुरुषों को उनके कार्यों में सम्मति दें। यह सुनकर मेरी स्त्री कहा करती 'जाओ', जाओ, हज़रत रसूले करीम की धर्म पत्नियां तो उनको उनके कार्यों में परामर्श दिया करती हैं और वह कभी उनको नहीं टालते, तो तुम ऐसा क्यों करते हो? हज़रत उमर कहते हैं, मैं उसको कहा करता कि हज़रत 'आयशा' तो हज़रत रसूले करीम की बहुत लाडली हैं, उनके विषय में कुछ मत कहो, शेष रही तुम्हारी बेटी तो यदि वह ऐसा करती है तो इस धृष्टता के कारण किसी दिन दंड पायेगी। एक दिन जब किसी कारणवश हज़रत रसूले करीम ने कुछ दिन घर से बाहर रहने और अपनी स्त्रियों के पास न जाने का व्रत धारण कर लिया और मुझे भी इस की सूचना मिली तो मैंने कहा, देखो, जो मैं कहा करता था, अन्ततः वही हो गया। मैं अपनी पुत्री 'हफ़सा' के घर गया तो वह रो रही थी। मैंने पूछा, "हफ़सा' रोने का क्या कारण है? क्या रसूले करीम ने तुम्हें 'तलाक़' दे दी है? हफ़सा ने कहा पिता जी! यह तो मुझे विदित नहीं, परन्तु हज़रत रसूले ख़ुदा ने किसी कारण कुछ समय के लिए घर न आने का व्रत धारण कर लिया है। हज़रत उमर ने कहा कि हफ़सा'! क्या मैं तुम्हें बार-म्बार नहीं समझाया करता था कि तू हज़रत आयशा की बराबरी करना छोड़ दे। हज़रत आयशा तो हज़रत पैग़म्बरे ख़ुदा की अति प्रिय हैं। तुमने वही किया जिसकी मुझे आशंका थी' यह कह कर मैं हज़रत रसूले करीम की सेवा में गया। उस समय आप एक खुर्दरी चटाई पर विश्राम कर रहे थे। आपके शरीर पर कुर्ता न था और आपके वक्षःस्थल तथा पृष्ठ भाग पर चटाई के चिन्ह पड़े हुए थे। मैं आपके समीप बैठ गया और सविनय निवेदन किया, हे परमात्मा के रसूल यह क़ैसर और क़िसरा का क्या अधिकार है कि वह तो सुख ऐश्वर्य का जीवन व्यतीत करें और परमात्मा का रसूल कष्ट उठाए। हज़रत पैग़म्बरे इस्लाम ने कहा, उमर! यह सत्य नहीं है इस प्रकार का भोग-विलास का जीवन परमात्मा के रसूलों के लिए नहीं होता, यह सांसारिक राजाओं का ही चलन है तब मैंने वह समस्त वृतान्त आपको सुनाया जो मेरी स्त्री तथा पुत्री के साथ हुआ था। हज़रत रसूले करीम मेरी बात सुनकर हंस पड़े और कहा, 'उमर' यह सत्य नहीं है कि मैंने अपनी स्त्रियों को तलाक़ दे दी है। मैंने तो केवल एक विशेष कारण से कुछ दिनों के लिए अपने घर से बाहर रहने का व्रत धारण किया है।

(बुख़ारी)

स्त्री जाति के मनोभावों का आप विशेष ध्यान रखते थे। एक बार नमाज़ (उपासना) पढ़ते समय आपको किसी बालक के रोने का स्वर कर्णगोचर हुआ तो आपने नमाज़ शीघ्र ही समाप्त कर दी और कहा कि एक बालक के रुदन का स्वर सुनाई दिया, मुझे ख़्याल आया कि इसकी माता व्याकुल हो रही होगी, अतः मैंने नमाज शीघ्र समाप्त करा दी ताकि उसकी माता तुरन्त जाकर बालक को सम्भाल सके

(बुख़ारी)

जब हज़रत पैग़म्बरे इस्लाम किसी ऐसी यात्रा पर जाते जिसमें स्त्रियां भी होती तो आप सदैव धीरे-धीरे चलने की आज्ञा देते। एक बार ऐसे ही अवसर पर जब कि सिपाहियों ने अपने घोड़ों की बागें और ऊंटों की नकेलें उठालीं तो आपने कहा शीशों की रक्षा करो, शीशों की रक्षा करो। भाव यह कि स्त्रियां साथ हैं। यदि तुम इस प्रकार ऊंटों तथा घोड़ों को दौड़ाओगे तो स्त्रियों को झकोरों से कष्ट पहुंचेगा। एक बार युद्ध-क्षेत्र में किसी गड़बड़ के कारण घोड़े भयभीत होकर भाग पड़े हज़रत रसूले करीम भी घोड़े पर से गिर पड़े और कुछ स्त्रियां भी गिर पड़ी। एक मुसलमान जो हज़रत रसूले करीम के पीछे आ रहा था, तुरन्त अपने घोड़े से नीचे उतर कर यह कहते हुए आप की ओर लपका कि हे परमात्मा के रसूल मैं मृत्यु का आलिंगन करूं, परन्तु आपकी आयु दीर्घ हो। हज़रत पैग़म्बरे इस्लाम के पैर रिकाब में फंसे हुए थे। आपने शीघ्र अपना पैर रिकाब से निकाला और सहचारी से कहा मुझे छोड़ दो और स्त्रियों की सहायता करो। हज़रत पैग़म्बरे इस्लाम ने, जब कि आप मृत्यु शैया पर थे, सब मुसलमानों को एकत्र करके जो भाषण दिया उसमें एक बात यह भी कही कि स्त्रियों के साथ सहानुभति तथा दया का व्यवहार करना आप बहुधा कहा करते थे कि जिसकी बेटियां हों, यदि वह उनको भली प्रकार शिक्षा-दीक्षा दे तथा यथोचित उनका भरणपोषण करे तो परमात्मा उसको नरक की यातनाओं से सुरक्षित रखगा।

(तिर्मिज़ी)

अरब लोगों में एक कुप्रथा थी कि स्त्री से तुच्छ अपराध हो जाने पर भी उसको शारीरिक दंड दिया जाता था। हज़रत पैग़म्बरे इस्लाम कहा करते थे कि स्त्रियां परमेश्वर की दासियां है, तुम्हारी नहीं, अतः इनको दंड न दिया करो। परन्तु चूंकि स्त्रियां उस समय तक सुशिक्षित और दीक्षित न हो सकी थीं, उन्होंने हज़रत रसूले करीम के इन शब्दों में अर्थ न समझे और पुरुषों का मुक़ाबिला करना आरम्भ कर दिया और इस प्रकार घर में गृह युद्ध छिड़ गया। हज़रत उमर ने हज़रत रसूले ख़ुदा की सेवा में उपस्थित होकर निवेदन किया कि, आपने हमें स्त्रियों को दंड देने से रोक दिया है जिससे उनको बड़ा साहस हो गया है। इस परिस्थिति में हमें आज्ञा मिलनी चाहिए कि हम उनको मार पीट कर ठीक कर लिया करें। उस समय तक स्त्री जाति के साथ व्यवहार करने के सम्बन्ध में परमात्मा की ओर से किसी विस्तृत और स्पष्ट आदेश का प्रकाश नहीं हुआ था। हज़रत रसूले करीम ने कहा कि यदि कोई स्त्री मर्यादा भंग करती है तो उसको दंड दे दिया करो। उसका परिणाम यह हुआ कि पुरुषों ने परिस्थिति के औचित्य-अनौचित्य पर ध्यान रखने के स्थान पर स्त्रियों के साथ वही पुराना क्रूरता का व्यवहार करना आरम्भ कर दिया। अब स्त्रियों की बारी आई। उन्होंने हज़रत पैग़म्बरे इस्लाम की सेवा में उपस्थित होकर पुरुषों की शिकायत कर दी। हज़रत रसूले करीम ने सहचारियों से कहा, जो लोग अपनी स्त्रियों के साथ सद्व्यवहार नहीं करते परमात्मा उनसे प्रसन्न नहीं है'। तत्पश्चात् स्त्रियों के अधिकार निश्चित हुए और आपकी कृपा दृष्टि से स्त्री जाति ने प्रथम बार स्वतन्त्रता का सांस लिया। (क्रमशः) (अबू दाऊद भाग 1)

बब्बल प्रेस क़ादियां फ़ोन 20121 प्रिन्टर व पब्लिशर मुनीर अहमद हाफ़िज़ाबादी